علماءِ اسلام اور جدید تقاضے

دُنیا کے کسی عالم نے آج تک جدید صنعت و حرفت اور جدید قسم کے اسلحہ کی تیاری کی ممانعت کا فتویٰ نہیں دیا۔ اور اگر زمانے کے جدید تقاضوں سے نفسانی اور شہوانی تقاضے مراد ہیں مثلاً بے حجابی اور عریانی، فحاشی، رقص و سرود، سینما، تھیٹر اور مخلوط تعلیم، سو اسلام بیسویں صدی کے اس قسم کے تقاضے پورے کرنے سے قاصر ہے۔ اس لئے کہ اسلام نفس پرستی کا دشمن ہے۔ ایسے شہوانی اور نفسانی تقاضوں کے متعلق شریعت کا فتوےٰ یہ ہے کہ جس تہذیب و تمدن میں بے حیائیاں حلال ہوں وہ تہذیب قابلِ رجم ہے یعنی سنگسار کر دینے کے قابل ہے۔ اس قسم کی تہذیب، تہذیب نہیں بلکہ تعذیب یعنی عذابِ الٰہی ہے جو قوم کو اوباشیت، بے حیائی اور بداخلاقی کی طرف لے جا رہی ہے۔

(نظام اسلام مع دستور اسلام صد ۲۱ از حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ)

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

محمد سعید الرحمٰن علوی

مرویاتِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۷)

عَنْ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم يَقُولُ اِنَّكَ ان اتبعت عَوْرَاتِ النَّاس اَوْ عثراتِ النَّاسِ افسدتھم اوکدتَ اَنْ تفسدھم قال یقول ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلمۃ سمعھا مُعَاوِيَةُ من رسولِ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم فنفعہُ اللہ بھا۔

(السنن الکبریٰ ج ۸، ص ۳۳۳)

اسلام اپنے ماننے والوں کو جس طرح کی زندگی گذارنے کی ہدایت کرتا ہے اس سے بے اعتنائی برت کر آج جو ہمارا حال ہو چکا ہے، اس پر کسی گفتگو کی ضرورت نہیں ہمارا قومی وقار مجروح ہو چکا ہے اور ہم دنیا کی نظروں میں رسوا ہو کر رہ گئے ہیں۔ ہمیں عقائد سے لے کر اخلاق و معاشرت تک ہر معاملہ میں ایک واضح نقطہ نظر دیا گیا اور ہمارے لئے ایک لائن متعین کر دی گئی ــــ اس نقطہ نظر اور اس لائن کو ماضی قریب کے ایک بہت بڑے باخدا انسان مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ کے الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے

"کہ اللہ تعالیٰ کو عبادت سے نبی مکرم سرورِ کائنات علیہ السلام کو اطاعت سے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو خدمت سے راضی کرنے کا نام ہی اسلام ہے۔"

درج بالا جو حدیث نقل کی گئی اس کا تعلق اس پہلو سے ہے جسے آپ بندوں کی خدمت یا ان کے حقوق سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ انسانی معاشرہ میں تہہ در تہہ تعلقات کا سلسلہ قائم ہے انسانی سوسائٹی باپ بیٹے، بھائی بھائی، چچا بھتیجا جیسے دسیوں بندھنوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ ان خونی رشتوں سے الگ ہو کر بہت سارے تعلقات کے پہلو ہیں جن میں سب سے بڑا تعلق اسلام و ایمان کا ہے جس کے برابر کوئی تعلق نہیں۔ اس تعلق میں دراڑ پڑ جائے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں۔ حدیث میں ہے لا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ۔ یعنی جو قطع رحمی کرتے ہیں تعلقات و علائق کی پرواہ نہیں کرتے اور ان تعلقات کو توڑ دیتے ہیں وہ جنت کے داخلہ سے محروم رہیں گے۔

ایک اور حدیث میں تین دن سے زیادہ تعلقات کے انقطاع کو ناجائز اور حرام کہا گیا ہے

ایک حدیث میں مسلمانوں کے باہمی تعلقات کو ایک عمارت سے تشبیہ دی گئی جس کی اینٹیں باہم پیوست ہوتی ہیں۔ اور ایک دوسری سے قوت و طاقت حاصل کرتی ہیں۔

حضور علیہ السلام نے اس مسئلہ کو سمجھانے کی غرض سے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈال کر (تشبیک) سمجھایا کہ مسلمانوں کا باہمی تعلق اس طرح کا مضبوط و مستحکم ہونا چاہیئے۔

تعلقات کی خرابی اور بگاڑ کے جو اسباب و ذرائع ہو سکتے ہیں ان سے دین اسلام نے روکا۔ قرآن کریم کی سورۃ حجرات میں اس عنوان پر بڑی تفصیلی ابحاث ہیں۔ اس کے علاوہ بھی قرآنی آیات میں ان باتوں سے روکا اور منع کیا گیا ہے جو تعلقات کی خرابی اور بگاڑ کا باعث

(باقی ۶ پر)

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۲۶ ❊ شمارہ ۴۱
۴ جمادی الثانیہ ۱۴۰۱ھ ❊ ۱۰ اپریل ۱۹۸۱ء

اس شمارہ میں

ــــ رئیس الادارہ ــــ
پیرِ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ
ــــ مدیر منتظم ــــ
مولوی محمد اجمل قادری
ــــ مدیر ــــ
محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک	سالانہ -/۶۰، ششماہی -/۳۰
	سہ ماہی -/۱۵، فی پرچہ ۱/۵۰

جماعتی کارکنوں سے!

سن تو یاد نہیں لیکن واقعہ پوری طرح ذہن میں محفوظ ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام (اب کالعدم) کا مرکزی انتخاب تھا۔ ایک مرحوم بزرگ نے امارت کے لئے مولانا مفتی محمود خلد آشیانی کا نام پیش کر دیا۔ دوسری طرف مرشد درخواستی زید مجدھم کا اسم گرامی تھا۔

مفتی صاحب اُٹھے انہوں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے عہد زرّیں کے حوالہ سے بات کرتے ہوئے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں امارت و قیادت کی غرض سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پیش کیا گیا تو جناب فاروقؓ نے فرمایا کہ جس جماعت میں حضرت صدیقؓ موجود ہوں اس کی امارت کی ذمہ داریاں عمر سنبھالے! ناممکن! مفتی صاحب نے زور دے کر کہا کہ جس جماعت میں مرشد درخواستی موجود ہوں اس کی امارت کا بارگراں مفتی محمود کے سر آئے۔ ناممکن، ناممکن، ناممکن!

مفتی صاحب کے دل میں مرشد درخواستی کا جو احترام تھا، جو عقیدت تھی اور جو عظمت تھی اس کے سبب انہوں نے یہ بات کہی اور بجا طور پر کہی! جانشینِ شیخ التفسیرؒ مولانا عبیداللہ انور کے الفاظ میں مرشد درخواستی آیۃ من آیاتِ اللہ ہیں اور ان کے منہ جو آئے گا اس کا انجام معلوم! حدیث قدسی واضح ہے کہ جو ولی کامل کے منہ آتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ سے جنگ مول لیتا ہے۔

مفتی صاحب اپنے دور کے عظیم انسان تھے ان کی خوبیاں اور کمالات مسلّم! وہ اب اس دنیا سے جا چکے ہیں جہاں سے لوٹ کر کوئی نہیں انہوں نے جس طرح زندگی گذاری اور پھر ایک بزرگ کے بقول انہیں جو قابلِ رشک موت نصیب ہوئی اور جس طرح اللہ کی مخلوق نے ان کے سانحہ ارتحال کی شدت کو محسوس کیا اس کے سبب امید قوی ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت و رضوان سے نوازا ہوگا!

ان کے بعد جماعت کی مرکزی نظامت علیا کا مسئلہ موجود تھا۔ فوری طور پر ان کے نائب اوّل اور ملک کے مقتدر خطیب مولانا محمد اجمل خان کو عارضی طور پر جماعتی دستور کی روشنی میں یہ ذمہ داریاں سونپی گئیں۔

مستقل طور پر اس منصب کو کون سنبھالتا، اس کو جماعت کے اس اجلاس پر ملتوی کر دیا گیا جس کے لئے مارچ کی تاریخیں تجویز کی گئی تھیں ـــــــ کسی ملک گیر جماعت کی ذمہ داری اور پھر ایسی جماعت جس میں صلحاء و علماء کی کثرت ہو۔ جس میں جی دار، بہادر، مخلص اور ایثار پیشہ ورکروں کی کثرت ہو۔ جس جماعت کا تابناک ماضی ہو جو اسلاف کی بے لوث اور مخلصانہ قربانیوں کی وارث اور ان کے مشن کی علمبردار ہو ـــــ اس جماعت کی قیادت کی ذمہ داری بڑی اہم اور جان جوکھوں کا کام ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جن ذمہ دار حضرات سے اس سلسلہ میں رابطہ قائم کیا جاتا وہ منصب کی نزاکت، حالات کی سنگینی اور آخرت کی مسئولیت کے پیش نظر سہم جاتے اور کوشش کرتے کہ ایسا نہ ہو۔ لیکن بعض دوستوں نے اس منصب کے لئے جس طرح بادیہ پیمائی کی اور ملک کا کونہ کونہ چھان مارا اس کے پیشِ نظر کس قیامت کا خطرہ سروں پر منڈلا رہا تھا اور پھر وہ قیامت سامنے آتی اور اس طرح کہ اخلاف نے اسلاف کی عزتوں کی پرواہ نہ کی۔

وہ شخص جو بجا طور پر حافظ الحدیث ہے، محدّث العصر ہے، شیخ طریقت ہے، آیۃ من آیات اللہ ہے۔ جس نے اپنی بوڑھی ہڈیاں جماعت کی خاطر پگھلا دیں۔ جس نے چترال کی سنگلاخ وادیوں سے لے کر بلوچستان کے آخری سرے تک بارہا پہنچ کر جماعت کو نئی زندگی بخشی۔ جس نے نوجوانوں کو تازہ ولولہ دیا، جو اپنی صحت کی پرواہ کئے بغیر ہر نازک موڑ پر اس طرح پھرا کہ اس کی اڑان اور اس کی بھاگ دوڑ کی جوان تاب نہ لا سکے ــــــ اس رجل رشید اور مرد قلندر کا اس طرح استخفاف کیا گیا کہ آسمان رو پڑا، زمین کانپ اٹھی اور لوگ سوچنے لگے کہ کیا قیامت بپا ہو گئی؟

کیا ستم ہے کہ احترام و شرافت کے تمام بند توڑ دیتے گئے اور پھر حد ہے اس بات پر کہ ہم ان سے یارانہ گانٹھیں جن کی آستینوں سے لہو ٹپک رہا ہے۔ جو اس ملک کو توڑنے کے ذمہ دار ہیں۔ جو سیاست کو غنڈہ گردی، بدمعاشی اور بے راہروی کی ڈگر پر ڈالنے والے ہیں۔ جن کے دامن پر شمس الدین اور منیر کا خون ہے (رحمہما اللہ تعالیٰ)

یہ کیونکر ممکن تھا کہ ایک مردِ قلندر اس بچگانہ حرکت پر صاد کرتا، اس نے جو کیا صحیح کیا۔ جماعتی تنظیم اوپر سے نیچے تک توڑ کر کارکنوں کو ہدایت کر دی کہ اپنے مشن کے لئے سرگرم عمل رہیں۔ اپنی جدوجہد کو تیز تر کر دیں۔ ملک و ملت جس نازک صورت حال سے دوچار ہے اس میں اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے اپنے آپ کو چوکس رکھیں۔

آج کی تاریخ میں اس فیصلہ سے کوئی اختلاف کرے یا اتفاق، لیکن ہمارا خیال یہ ہے اور ہمیں اس پر اصرار ہے کہ اس فیصلہ کو آنے والا مؤرخ سنہری لفظوں میں لکھے گا وہ تسلیم کرے گا کہ ایک بوریہ نشین جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ سیاست کی ابجد سے واقف نہیں (خاکم بدہن) اس نے علماء کی جدوجہد کو تاراج ہونے سے بچا لیا، انہیں غلط رُخ پر جانے سے بچا لیا۔ یہ جو کچھ ہُوا اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہُوا۔ اس میں فراست مومن پوری طرح جلوہ گر تھی۔

ہم جہاں اس فیصلہ پر مرشد درخواستی کے حضور احترام و عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں، وہاں اللہ کے حضور سجدہ ریز ہیں کہ اس نے ہماری رہنمائی کی ــــــ رہ گیا یہ معاملہ کہ آئندہ چل کر جماعتی

(باقی ۱۶ پر)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : خالد سلیم

اللہ والوں کی شان

شیخ طریقت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

ترجمہ : یاد رکھو! جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(پ ۱۱۔ سورۃ یونس۔ ع ۶)

یعنی اولیاء اللہ (اللہ کے دوستوں) کو آخرت میں اہوال محشر کا کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ ہی دنیا چھوٹ جانے پر غمگین ہوں گے۔

قرآن پاک اللہ تعالیٰ نے ہماری نجات کے لئے بھیجا ہے۔ اس پر جتنا ہم عمل کریں گے اتنی ہی ہماری سعادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دوست (ولی) کی پہچان ہے کہ جن کو دیکھنے سے خدا یاد آ جائے ـــــ اولیاء اللہ ہر وقت اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ دنیا کے کسی نفع و نقصان کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ کوئی فکر و غم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پڑھنے اس پر عمل کرنے اور اولیاء اللہ کی صحبت نصیب فرمائے۔ آمین!

لاہور میں سب سے بڑا میلہ چراغاں ہوتا ہے یہ ایک موسمی تہوار ہے۔ وہاں لوگ گاتے بجاتے اور بھنگڑا ڈالتے ہیں۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں ایک مجذوب بزرگ حضرت شاہ حسین رح تھے۔ انہوں نے دس سال میں قرآن پاک یاد کیا۔ دریا میں ساری ساری رات کھڑے ہو کر تلاوت فرماتے رہتے۔ عشقِ خدا میں اتنے محو تھے کہ ان کو ظاہر کی خبر نہ تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ سب فنا ہونے والا ہے۔ صرف اللہ کی ذات باقی رہے گی اس لئے باقی ذات سے لو لگاؤ۔ حضرت شاہ حسین رح کو اپنے ظاہر کی ہوش نہ تھی۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی اللہ کے ذکر میں گزار دی۔

بڑے افسوس کا مقام ہے کہ وہاں گانا بجانا، شور و شر اور دوسری خرافات ہوتی ہیں ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ حضرت شاہ حسین رح کی طرح اللہ کے ذکر میں دن رات گزاری جائے۔ تلاوتِ قرآن پاک کی جائے۔

حضرت لاہوری رح فرمایا کرتے تھے کہ ہر مجذوب پاگل نہیں ہوتا اور نہ ہی ہر پاگل مجذوب ہوتا ہے۔ بعض اولیاء اللہ ظاہر سے پاگل لگتے ہیں لیکن باطن میں اُن کا اللہ کے ساتھ رابطہ ہوتا ہے۔ دنیا سے بے خبر ایسے حضرات کو ذلیل نہ سمجھو اور نہ ہی ان کی بد دعا لو۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ اس میں کیا راز چھپا ہُوا ہے۔

مسلمانوں پر شریعت کی رُو سے فرض ہے کہ ہم صرف اور صرف اسی کا اتباع کریں۔ جس کی شکل و صورت اور عمل شریعت کے مطابق ہو، جو عالم ربّانی ہو کتاب و سنّت کے مطابق اپنی زندگی گذارے اور علماء دین جس کی عزت و احترام کرتے ہوں۔ اللہ

والے ہر کام میں شریعت کا لحاظ رکھتے ہیں۔ سنتِ رسولؐ پر ہمیشہ عمل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچا اور کھرا مسلمان بنائے اور صحیح قسم کے اہل اللہ کی صحبت و اتباع نصیب فرمائے۔ آمین!

ایک حدیث ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں اندر رکھیں اور مسجد سے باہر نکلتے وقت بایاں پاؤں باہر رکھیں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جب جوتا پہنیں تو دایاں پاؤں پہلے پہنیں لیکن جب جُوتا اتاریں۔ تو بایاں پاؤں پہلے اتاریں۔

ظاہر میں دونوں حدیثیں ایک دوسرے کی ضد ہیں حضرت لاہوریؒ نے دونوں حدیثوں پر عمل فرمایاہے مسجد میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں جوتے سے نکال کر جوتے پر رکھ لیتے اور پھر دایاں پاؤں نکال کر مسجد کے اندر رکھتے۔ اسی طرح مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں نکال کر جوتے کے اوپر رکھ دیتے اور پھر دایاں پاؤں جوتے میں داخل فرماتے۔

یہ تھا بزرگوں کا کمال۔ وہ ہر قدم پر سنت نبویؐ کا خیال فرماتے —— اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا ذکر کرنے اور ایسے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ : احادیث الرسولؐ

ہوتی ہیں۔

حضور علیہ السلام نے تشریحی احادیث میں ان مسائل پر کھُل کر گفتگو فرمائی اور مسلمانوں کو خوب خوب سمجھایا تاکہ وہ پھر سے گمراہی کے غار میں نہ چلے جائیں۔

مسلمانوں کو گالی دینا حدیث میں فسق سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی اللہ کی نافرمانی —— اس سے سوسائٹی اور معاشرہ بگاڑ اور فساد کا شکار ہوتا ہے۔ حدیث بالا میں جو مسئلہ بیان کیا گیا ہے اس پر ذرا غور فرمائیں۔

حضور علیہ السلام انسانوں کے خفیہ معاملات کی چھان پھٹک، ان کی ٹوہ میں جانے اور ان کے پیچھے پڑ جانے کو فساد اور خرابی کا ذریعہ ارشاد فرما رہے ہیں —— فساد کا لفظ بظاہر "ف، س، الف، دال" چار حرفوں کا مجموعہ ہے لیکن ہے بڑا سنگین لفظ! آسان لفظوں میں یوں خیال کریں کہ فساد کا اطلاق وہاں ہوتا ہے جہاں خرابی بہت پھیل جائے، لمبے چوڑے ماحول کو لپیٹ میں لے لے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ لوگوں کے خفیہ معاملات کی ٹوہ میں مت لگو۔ ایسا کرنے سے فساد کا خطرہ ہی نہیں یقینی ہے۔ آپ کسی پر بدگمانی کریں بلاتحقیق اور بلا سوچے سمجھے کسی پر الزام لگائیں، تہمت لگائیں، کوئی اور ایسی حرکت کریں تو صرف متاثر آدمی بلکہ اس کے دوست احباب رشتہ دار کتنے ہی ہوں گے جن سے تمہیں پنجہ آزمائی کرنا ہوگی۔ تمہارا کام لوگوں کے تاریک پہلوؤں کی چھان پھٹک نہیں (حضرت لاہوریؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگوں کے تاریک پہلو نظرانداز کرکے ان کے روشن پہلو دیکھتا اور اتنی ہی حد تک ان سے کام لیتا ہوں) لوگوں کی خوبیوں پر نظر رکھو۔ خرابی نظر آئے تو محبت و شفقت سے، ہمدردی و جاں سوزی سے سمجھاؤ۔ ہاں "لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ" کی روشنی میں استغاثہ و فریاد کی اجازت ہے یا آپ ایسی برائی اور خرابی دیکھتے ہیں جس کا اثر معاشرہ اور سوسائٹی پر پڑتا ہے تو ایسے وقت میں احتجاج اور ایسے کا ہاتھ پکڑنا لازمی اور ضروری ہے۔ ہاں ایسے معاملات جو نجی اور ذاتی ہیں ان کا تجسّس اور اس طرح کی حرکات کی کسی شکل اجازت نہیں ورنہ دشمنی، عداوت، جھگڑے اور بگاڑ کی جو کیفیت ہوگی اسے تم سنبھال نہ سکوگے۔

اندازہ فرمائیں نبیؐ رحمت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کتنی پاکیزہ تعلیم ہے۔ اے کاش! ہم اس پر غور کریں اور عمل کے لئے کمر ہمت کس لیں۔

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : فاروقی

حدودِ شرعیہ میں تبدیلی کا کسی کو اختیار نہیں

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبَید اللہ انور مدّظلہم ○

الحمد للہ و کفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّابعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔

وَ ھُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰہ، وَ ھُوَ الْحَکِیْمُ الْعَلِیْمُ o

محترم حضرات! اسلام کے عقائد میں سب سے بنیادی اور اہم عقیدہ توحید ہے جس کے تسلیم کئے بغیر اسلام و ایمان کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ توحید کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذات، صفات، عبادت اور تعظیم کے اعتبار سے اس طرح ایک مانا جائے کہ اُس کے ساتھ کسی کو کسی درجے میں بھی شریک نہ ٹھہرایا جائے اور یہ حقیقت تسلیم کی جائے کہ وہ اپنی عظمت و قدرت اور خدائی و کبریائی میں کسی کا محتاج نہیں البتہ ساری مخلوق ہر معاملے میں اس کی محتاج محض ہے کہ اس کی منشا و مرضی اور اجازت کے بغیر کائنات کی کوئی چیز حرکت نہیں کر سکتی۔ اس عقیدہ کی تفصیلات میں یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ زمین و آسمان کی تمام بادشاہت صرف اللہ کے لئے ہی ثابت ہے۔ اور انسان اُس کے احکام کے مطابق زندگی گذارنے کے پابند محض ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کے اظہار کے لئے آخری پیغمبر حضرت محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ نبوّت سے اعلان کرایا کہ :۔

اَللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ۔ اے اللہ! آپ تمام بادشاہتوں کے مالک ہیں آپ جس کو چاہتے ہیں حکومت دیتے ہیں، اور جس سے چاہیں چھین لیتے ہیں۔

یعنی تمام حکومتوں کا اقتدار حقیقی تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے تاہم وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں کسی علاقہ کی حکومت ایک مقررہ وقت تک کے لئے عطا فرما دیتے ہیں جس سے مقصد یہ کہ آزمائش ہوتی ہے۔ کہ وہ کہاں تک اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی گذارتا اور اپنے دائرہ اختیار اور حدودِ سلطنت میں کہاں تک اُس کے احکام کو نافذ کرتا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ وَ ھُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰہٌ۔

علامہ اقبال نے اسی لئے کہا تھا کہ :ؔ

سروری لائق فقط اُس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

پھر انسان اپنی اس محدود اور غیر مستقل حکومت کی ذمہ داریوں کے سلسلہ میں اقتدار اعلیٰ اور حاکم مطلق کے دربار میں جوابدہ ہے اور اُسے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی کارکردگی کی رپورٹ پیش کرنی ہوگی۔ حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا :

کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ۔ تم میں سے ہر شخص (اپنے زیر اثر لوگوں کا) نگران ہے اور اسے اپنی رعایا کے بارے میں جواب دینا ہوگا۔

محترم حضرات! جب یہ ایک طے شدہ مسئلہ ہے کہ حکومت اور اقتدار کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے تو پھر منطقی طور پر یہ امر بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ قانون اور آئین بھی اسی کا بنایا ہُوا اس قابل ہے کہ اُسے نافذ کیا جائے اور اس پر عمل کرایا جائے۔

اللہ تعالےٰ نے حاکم، صاحبِ اقتدار اور مالک الملک کی حیثیت سے اپنی رعایا یعنی تمام نسلِ انسانی کے لیے زندگی کے ہر شعبہ میں عمل کرنے کے لئے ایک ضابطۂ حیات نازل فرمایا جسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عملی طور پر ایک معاشرے پر نافذ کیا۔ جب اُس کی تمام تفصیلات و جزئیات بیان اور نافذ ہو چکیں تو اعلان ہُوا کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔ ہم نے آج تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

یعنی انسانی زندگی کے لئے اللہ تعالےٰ کا آخری اور حتمی آئین ہر لحاظ سے مکمل ہو چکا ہے۔ اب انسان اس کو اسی صورت میں جاری کرنے کا پابند ہے۔ کوئی حکمران، کوئی پارلیمنٹ یا کوئی اور ادارہ اس میں ترمیم و تنسیخ اور کمی و اضافہ کا قطعاً مجاز نہیں اور کسی بھی انسان کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ اپنے قانون کو قانونِ خداوندی پر فوقیت دے۔

حضرات محترم! شریعت کے قانون میں چار اصول ہیں۔ قرآن، حدیث، قیاس اور اجماع۔ ان سے ہٹ کر اگر کوئی دستور یا اس کی کوئی شق بنائی جائے تو وہ نہ اللہ کے ہاں قابل قبول ہوگی اور نہ ملت اسلامیہ اس کی اجازت دے گی۔

رجم ——— ایک حد

قانونِ شریعت میں جرائم کی سزاؤں کے طور پر حدود متعیّن ہیں۔ ان میں سے ایک حد "رجم" ہے یعنی اگر شادی شدہ مرد یا عورت زنا کا ارتکاب کرے تو شریعت مطہرہ اسے سنگسار کرنے کی سزا دیتی ہے۔ سنّتِ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم)، تعامل خلفائے راشدین اور پوری امت کا چودہ سو سالہ اجماع اس امر پر شاہد ہے کہ رجم کو ایک حد کی حیثیت سے ہی سمجھا گیا لیکن حیرت انگیز اور افسوسناک خبر ہمارے لئے یہ ہے کہ حال ہی میں پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت کے پانچ میں سے چار ججوں نے اپنے فیصلے میں رجم کو شرعی حد کی حیثیت دینے سے انکار کر دیا ہے۔

اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے اس ملک میں شریعت کے نام پر بننے والی عدالت کے اس فیصلے پر جتنا بھی احتجاج کیا جائے کم ہے کہ یہ اسلام کی توہین، شریعت کے ساتھ سنگین مذاق اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ اولاً نام نہاد شرعی عدالت کے اس فیصلے کو فوراً کالعدم قرار دیا جائے اور ججوں کی اس جسارت پر انہیں سزا دی جائے کیونکہ جس قدر اس میں تاخیر کی جائے گی وہ پوری قوم کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگی۔

ثانیاً شرعی عدالتوں میں شریعت کے ماہر علماء دین کو تعینات کیا جائے جو شریعت کی نزاکتوں سے پوری طرح واقف ہوں اور اس کے مطابق فیصلے کرنے کے اہل ہوں۔

اللہ تعالےٰ ہمیں اس ملک کو اسلام کا صحیح گہوارہ بنانے کی توفیق سے نوازے۔ آمین!

وما علینا الا البلاغ

مجلسِ ذکر
۱۷ شوال المکرم ۱۳۷۴ھ
۹ جون ۱۹۵۵ء

حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ذکرِ الٰہی کی تاثیر

آج کل ذکر الٰہی میں اگر لذت نہیں آتی تو اس کا سب سے بڑا سبب اکل و شرب حرام و مشتبہ مال ہے۔ اکل حلال کے ساتھ صدق مقال بھی ہو تو اللہ کے ذکر کا فوراً اثر ہوتا ہے اور طبیعت میں فرحت، راحت اور سرور پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اگر دل مسخ ہو جائے تو پھر اثر نہیں ہوتا جس طرح ننگے پاؤں پھریئے، اور ابتداً میں کانٹا ہی چبھ جائے تو فوراً احساس ہوتا ہے لیکن اگر ننگے پاؤں پھرتے پھرتے پاؤں کے تلووں کا گوشت سخت ہو جائے تو کانٹا تو بجائے خود رہا داغ بھی دیا جائے تو اثر نہیں ہوتا۔ عرب کی دھوپ اور پتھریلی زمین پر ننگے پاؤں چلنے والے بدوؤں کے پاؤں اتنے سخت ہو جاتے ہیں کہ ان کو داغ دینے کا بھی احساس نہیں ہوتا۔ یہی حال دیہات کے زمینداروں کا ہے اسی طرح دل میں اگر نور فطرۃً موجود ہے تو ذکر الٰہی کا اثر فوراً ہوتا ہے۔ تیز چھری سے بکری ایک منٹ سے بھی پہلے ذبح ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس کی گردن میں ہڈی نہیں ہوتی لیکن سُور اس چھری سے ذبح ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اس کے گلے میں سخت ہڈی ہوتی ہے کہتے ہیں کہ سُور گردن کو موڑ نہیں سکتا جو سُور کا شکار کرتے ہیں وہ اس کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جب سُور ان پر تیزی سے دوڑتا ہُوا حملہ آور ہوتا ہے تو وہ ذرا سا دائیں یا بائیں ہٹ کر اس پر وار کرتے ہیں گلے میں ہڈی ہونے کی وجہ سے سؤر کو کلہاڑی سے اس طرح ذبح کرتے ہیں جس طرح لکڑی کو کلہاڑے سے پھاڑتے ہیں تب جاکر وہ ذبح ہوتا ہے۔

حرام کھانے سے دل اس قدر سخت ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے بھی متاثر نہیں ہوتا تاوقتیکہ اپنی اصلاح کے لیے ریاضت نہ کرے اور شیخ کامل اس کے قلب پر توجہ نہ کرے۔

حرام کی دو قسمیں ہیں (۱) صورتاً حرام مثلاً سُور کتا، (۲) معناً حرام مثلاً بکری کا گوشت بظاہر حلال ہے اگر چوری کی بکری ہو تو اس کا گوشت حقیقتاً حرام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو دونوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ہر مسلمان فقط اس چیز کا مکلف ہے کہ جو چیزیں شریعت نے حرام کی ہیں ان سے پرہیز کرے اور جو چیزیں بظاہر حلال اور حقیقت میں حرام ہیں۔ مثلاً چوری کی بکری کا گوشت یا چوری کی بھینس کا دودھ، اس قسم کی حرام چیزوں کی تمیز ہر مسلمان نہیں کر سکتا۔ سوائے ان اولیائے کرام کے جن کو اللہ نے نور باطن عطا فرمایا ہے اور نور باطن کی بینائی سے وہ حقیقتاً حرام اور حلال کی پہچان کر سکتے ہیں اس لیے وہ اولیاء کرام بظاہر حلال اور حقیقت میں حرام چیزوں سے اپنے کو بچا سکتے ہیں۔

جن مسلمانوں کو اس درجہ نور باطن حاصل نہیں ہے وہ ایسی چیزوں کو استعمال کرنے سے اگرچہ شرعاً مجرم نہیں ہونگے مگر وہ حرام چیز باطن میں اپنا ضرور اثر دکھلائے گی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عبادت کی باطنی لذت تو یقیناً حرام کھانے

سے سلب ہو جاتی ہے۔

حرام خواہ دانستہ کھایا جائے۔ خواہ نادانستہ دونوں صورتوں میں اپنا اثر دکھائے گا۔ سنکھیا اگر کونین سمجھ کر کھایا جائے یا زہر سمجھ کر کھایا جائے دونوں صورتوں میں موت کا پیغام لائے گا۔ فرق صرف اتنا ہوگا کہ پہلی صورت میں زہر کھانے والا خودکشی کا مجرم نہیں ہوگا۔ دوسری صورت میں وہ مجرم قرار دیا جائیگا۔

بازار کی ہر چیز حلال نہیں ان میں میں بکثرت حرام ہیں۔ اللہ کے پاک نام سے بعض اللہ کے بندوں کو یہ نعمت نصیب ہوتی ہے کہ اُن کو حلال حرام کی تمیز ہو جاتی ہے ضروری نہیں کہ ہر ذاکر کو یہ نعمت مل جائے اللہ جس کو چاہے اپنے فضل سے عطا فرمائے جیسے ہر ہرن کے پیٹ میں نافہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ جس کے پیٹ میں چاہے پیدا کرے۔

ایک نقشبندی بزرگ تھے میں اُن کا بے حد ادب کیا کرتا تھا۔ اگرچہ میرا خاندان قادری ہے اس کا صلہ مجھے یہ دیا کرتے تھے کہ جب لاہور سے گزرتے تو زیارت کرانے کے لیے آ جاتے تھے انہوں نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا۔ کہ میں ایک گاؤں میں گیا وہاں کے لوگوں نے شکایت کی کہ ان کو کچھ دنوں سے ذکر الٰہی میں لذت نہیں آتی۔ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اس کو قبض کہتے ہیں کہ اللہ اللہ کرنے میں جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ بند ہو جاتی ہے وہ فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو مجھے بتلایا گیا۔ کہ گاؤں والوں نے ایک دن چوری کا گوشت کھایا تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو گئے اور ذکر کی لذت سلب ہو گئی۔

دیوبند میں ایک بزرگ صاحب تھے جب کبھی حرام ان کے پیٹ میں چلا جاتا تو فوراً قے ہو جاتی۔ ایک دفعہ ایک شخص نے ان کی دعوت کی اور ہر ممکن احتیاط کی کہ کوئی حرام یا مشتبہ چیز نہ پکنے پائے اس شخص نے دعوت میں کھیر بھی پکائی کہتے ہیں کہ جب اس بزرگ نے کھائی تو فوراً قے ہو گئی تحقیق حال کی گئی تو معلوم ہوا کہ جس بھینس کا دودھ اس کھیر میں استعمال ہوا تھا۔ جب اس کا دودھ دوہ رہے تھے تو اس نے پاس والی بھینس کے چارہ میں سے تھوڑا سا کھا لیا تھا۔

نماز اور ذکر الٰہی میں مزا نہ آنے کا ایک سبب حرام اور مشتبہ مال کا کھانا ہے ان سے وہی بچ سکتا ہے جو یا تو خود باطن کے لحاظ سے بینا ہو یا اس کا ہاتھ بینا کے ہاتھ میں ہو۔

حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ اللہ اللہ کرنے والی جماعت کو پھیکا بھات دیتے تھے جس میں نہ نمک اور نہ میٹھا ہوتا تھا۔ اس میں حلال کے چاول اور پانی بھی ہوتا تھا یہ اس لیے کرتے تھے کہ اللہ اللہ کرنے والی جماعت کے پیٹ میں حرام کا لقمہ نہ جانے پائے۔ حضرت خود بینا تھے ان کی وجہ سے ساری جماعت حرام سے بچ جاتی تھی حضرت رحؒ نے یہ چیز اپنے مرشد سے لی تھی۔ حضرت حافظ محمد صدیق صاحبؒ کے ہاں بھی یہی دستور تھا کہ اللہ اللہ کرنے والوں کے لیے بھات پکتا تھا۔

مسلمانوں کی موجودہ بے دینی کا ۸۰ فیصد سبب اکل و شرب حرام و مشتبہ مال ہے دس فیصدی بے نمازوں کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیزوں کا کھانا ہے اور باقی دس فیصدی بے دینوں اور نااہلوں کی صحبت ہے۔

ذاکر کی طبیعت چھوئی موئی بوٹی کی سی ہوتی ہے بے دین اس کے سامنے آ کر بیٹھ جائے تو اس کی طبیعت مکدر ہو جاتی ہے اگر حلال طیب کھایا جائے تو قرآن کی تین آیتیں ختم نہ ہونے پائیں گی کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں گے۔ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ ۝ (الآیۃ)

بکری کے گلے پر جونہی چھری پھیری جاتی ہے تو خون کا فوارہ جاری ہو جاتا ہے یہی حال حلال طیب کھانے والے ذاکر کی طبیعت کا ہوتا ہے۔ بعض بے سمجھ تصوف کے مخالف ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ ان کو اس کا مزہ چکھلائے۔

صحابہ کرامؓ کو قرآن مجید سمجھنے کے لیے صرف و نحو کی ضرورت نہ تھی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں حاضر ہوتے ایمان لاتے اور وہیں ان کو سب کچھ حاصل ہو جاتا تھا۔ ہم چونکہ عجمی ہیں اس لیے ہم کو صرف و نحو پڑھنے کی ضرورت ہے اور قرب الٰہی کے مدارج

حافظ غلام مصطفےٰ ڈیروی مدرسہ امداد العلوم سیالکوٹ

اسلام میں ہمسایہ کے حقوق

انسان کا دنیا میں ماں باپ، اعزہ و اقارب، دوست و احباب کے علاوہ زندگی بسر کرنے کے لیے ایک مستقل واسطہ اور تعلق ہمسایہ سے بھی ہوتا ہے جس کی اچھائی اور بُرائی کا اثر انسانی زندگی کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا معاشرے کے بگاڑ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہمسایوں اور پڑوسیوں کے ساتھ برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے ہم اس سبق کو بھول چکے ہیں اگر ہم آج بھی اس بھولے ہوئے سبق کو یاد کرلیں تو دنیا کا نقشہ تبدیل ہو سکتا ہے، معاشرہ کی اصلاح ہو سکتی ہے! اسلامی تعلیمات میں ہمسایہ کے حقوق کی بہت زیادہ تاکید کی ہے۔ قرآن مجید میں ہمسایہ کے حقوق کے بارے میں۔ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ (پارہ ۵) کے الفاظ آتے ہیں۔ "یعنی ہمسایہ قرب اور ہمسایہ بیگانہ" اس حکم الٰہی کی تفسیر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف طریقوں سے فرمائی ہے۔ بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں — خدا کی قسم وہ صاحب ایمان نہیں — خدا کی قسم اس میں ایمان نہیں۔ جاں نثاروں نے عرض کیا۔ کون یارسول اللہ؟ (یعنی حضور کس بدنصیب شخص کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ وہ مومن نہیں، اس میں ایمان نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ وہ آدمی جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور مفسدہ پردازیوں سے مامون اور بے خوف نہ ہوں۔ قارئین کرام خود اندازہ فرمائیں کہ پڑوسی کس قسم کے برتاؤ کا مستحق ہے۔ اور اس کے ساتھ کیا سلوک روا رکھنا چاہیئے جس کے بارے میں خدا تعالےٰ کا برگزیدہ پیغمبر قسمیں کھا کھا کر ارشاد فرما رہا ہے کہ:۔

وہ آدمی مومن اور جنتی نہیں ہو سکتا جس کے پڑوسی اس سے مامون اور بے خوف نہ ہوں۔ ایک حدیث کا مفہوم اس طرح ہے کہ وہ شخص مومن نہیں جو پیٹ بھر کر سو جائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسایہ کے بعض حقوق کی نشاندہی بھی فرمادی ہے معجم کبیر طبرانی کی روایت ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا پڑوسی کے حقوق تم پر یہ ہیں — اگر بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت اور خبر گیری کرو۔ اگر انتقال کر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔ اور اگر قرض مانگے تو اس کو قرض دو۔ اور اگر کوئی بُرا کام کر بیٹھے تو پردہ پوشی کرو۔ اور اگر کوئی اسے نعمت ملے تو مبارک باد دو۔ اور اگر کوئی مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو — اپنی عمارت اس طرح بلند نہ کرو کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے — تمہاری ہانڈی کی مہک اس کے لیے باعثِ ایذا نہ ہو۔ اِلّا یہ کہ تھوڑا سا سالن اس کے گھر بھی بھیج دو۔ کنز العمال کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے۔ کہ اگر تم کوئی پھل خرید کر لاؤ تو اس میں سے پڑوسی کے ہاں بھی ہدیہ بھیجو۔ اور اگر ایسا نہ کر سکو تو چھپا کے لاؤ۔ تمہارا کوئی بچہ وہ پھل لے کر گھر سے باہر نہ نکلے کہ پڑوسی کے دل میں اُسے دیکھ کر جلن پیدا ہو۔

بخاری شریف میں حضور کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ جبرائیل مجھے پڑوسی کے حق کے بارے میں برابر وصیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا وہ اس کو

وارث قرار دے دیں گے۔

پڑوسیوں میں محبت اور تعلق پیدا کرنے کا بہترین طریقہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ان کے حقوق کی نگہداشت کرنا ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق ہمیں اچھا پڑوسی بننا چاہیئے کیونکہ اچھا پڑوسی بھی خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اس لیے اسلام ہر ایک کو ایک دوسرے کے حقوق کی نگہداشت کا حکم فرماتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ بغداد میں ابو دلف متوفی ۲۲۶ھ کے پڑوس میں ایک آدمی پر قرض کا بار گراں آپڑا جس کی وجہ سے وہ مکان بیچنے پر مجبور ہوا لوگوں نے اس سے اس کے مکان کی قیمت دریافت کی۔ اس نے دوہزار اشرفیاں مانگیں۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تیرے مکان کی قیمت تو پانچ سو اشرفی ہے اس نے ایسا جواب دیا جس میں اچھے پڑوسی کی ایک تصویر کھینچ کر رکھ دی کہنے لگا کہ ابو دلف کا پڑوس ڈیڑھ ہزار سے کم کا نہیں یعنی میں صرف مکان ہی نہیں بیچ رہا۔ ساتھ ساتھ اچھے پڑوس سے بھی محروم ہو رہا ہوں۔ اس لیے اس کی قیمت بھی لگا رہا ہوں۔

بُرے پڑوسی کا لطیفہ

امام اصمعیؒ سے منقول ہے کہ ایک بصری بڑا ہی شریر اور بدزبان تھا۔ جو ہر وقت اپنے ہمسایوں کو ستاتا اور ان کی آبرو ریزی کرتا رہتا تھا۔ ایک شخص نے اس کو سمجھایا اور کہا کیا بات ہے۔ کہ تیرے پڑوسی تیری شکایت کرتے رہتے ہیں۔ کہنے لگا وہ مجھ سے جلتے ہیں۔ اس نے پوچھا کس بات پر—؟ اس نے کہا ہر بات پر۔ حتےٰ کہ میری موت پر بھی۔ پوچھا وہ کیسے؟ کہنے لگا میرے ساتھ چلو۔ وہ اس کو لے کر اپنے پڑوسیوں کے پاس جاکر غمگین ہو کر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے پوچھا کیا ہوا؟ کہنے لگا آج رات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط آیا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ مجھ کو اور مالک بن منذر اور فلاں فلاں اشراف بصرہ کو سولی دی جائے گی بس سب لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور کہنے لگے اے دشمنِ خدا۔ تو ان کے ساتھ سولی دیا جائے گا۔ حالانکہ تجھ میں کوئی شرافت نہیں وہ ناصح کی طرف متوجہ ہوکر بولا۔ دیکھا آپ نے۔ میرے سولی دیئے جانے پر بھی مجھ سے جلتے ہیں اگر بھلائی کی بات ہوتی تو نہ معلوم ان کا کیا حال ہوتا۔ یہ لوگ اس کی بدسلوکی کی وجہ سے اتنے تنگ آچکے تھے کہ اس کی موت انہیں اچھے لوگوں کے ساتھ گوارا نہ تھی۔

آج ہمیں بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ ہمارا پڑوس اچھا ہو تاکہ ہماری زندگی پرسکوں ہو۔ یہ تب ممکن ہے کہ جب لوگ اپنا طرزِ عمل اسلام کے مطابق بنا لیں۔

بقیہ: حضرت لاہوریؒ نے فرمایا:

کسباً حاصل کرنے پڑتے ہیں چنانچہ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے صحابی کے درجے کو بعد کا بڑے سے بڑا ولی بھی نہیں پہنچ سکتا۔

بعض لوگ میرے پاس آکر شکایت کرتے ہیں کہ ہم نماز بھی پڑھتے ہیں، ذکر بھی کرتے ہیں۔ لیکن لذت نصیب نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ اکل وشرب حرام ومشتبہ مال ہے اگرچہ عوام اس کے مکلف نہیں یا تو اللہ آنکھیں عطا فرمائے اور یا پھر آنکھوں والے کے سایہ تلے رہے ان دونوں صورتوں کے علاوہ حقیقی حرام سے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔

اللہ تعالیٰ اگر باطن کی آنکھیں عطا فرمائیں تو دیکھتے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ چیز حرام ہے اور یہ حلال۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مشتبہ اور حرام حلال میں تمیز کی توفیق دے۔ آمین۔

بقیہ: سلطنت مغلیہ کا انحطاط

صاف ہو گیا انہوں نے اس کے بعد ٹیپو سلطان کو سرنگاپٹم کے قلعہ میں شکست دی اور اس کے وزیر میر صادق کی وجہ سے دکن پر قبضہ کیا۔ ٹیپو سلطان شہید ہوا اس طرح انگریزوں نے پورے ہندوستان پر اپنی عملداری قائم کرلی۔

(قسط ۷) آخری قسط

ابلیس بسترِ مرگ پر!

ڈاکٹر لال دین اخگر ایم، اے۔ پی، ایچ، ڈی
شیخوپورہ

اسلامی ممالک کا انچارج

اسلامی ممالک میں تشتت و تفرقہ پیدا کرنا ہمارا اوّلین فرض ہے تعدّد خلفاء کے اصول کو توڑ کر یہ لوگ مرکزیت اور اتحاد بین المسلمین کی طرف رجوع کریں۔ تو سن لیجئے میں خودکشی کر لوں گا۔ یقین جانئے ان کے تعلقات غیروں سے استوار رہیں گے لیکن آپس میں ہمیشہ کشیدگی ہی رہے گی یقیناً تمام ممالک میں غداروں کی تعداد کو زیادہ کیا جا سکے گا۔ اسلامی حکومتوں کی جڑیں روز بروز کھوکھلی کی جائیں گی۔

دیکھئے! جمال الدین افغانی نے اسلامی ممالک کو مرکزیت کا پیغام کس قدر زور و شور سے دیا تھا مگر ہم نے اس کی ایک نہ چلنے دی۔ ڈاکٹر اقبال برسوں چیختا رہا ؎

بتانِ رنگ و بُو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی

ایک دوسری جگہ اپنی ہرزہ سرائی سے یوں کام لیتا ہے ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

مگر ہم نے اس کی بے محل آواز کو ہر موقعہ پر بے اثر کر کے رکھ دیا۔ امریکہ کی ریشہ دوانیاں اور روس کی جارحیت ہماری کامرانی کا بیّن ثبوت ہیں۔ اسلامی ممالک کے سربراہ بار بار سر جوڑ کر بیٹھیں۔ اعلانِ مکہ اور طائف کے اجلاس رات دن ہوتے رہیں لیکن کتاب وسنّت کے زبانی علمبردار ہمارے مشن کی رفتار کو ہرگز نہیں روک سکتے۔ ان کے سینوں سے ہم خاراشگافی کے جوہر نکال چکے ہیں۔ اُن کو شبانہ روز عیش وعشرت اور ناز و تنعم سے سروکار ہے۔ اقبال نے سچ کہا ہے ؎

ترے صوفے ہیں افرنگی ترے قالین ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی
امارت کیا شکوہِ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل
نہ زورِ حیدریؓ تجھ میں نہ استغنائے سلمانیؓ

چند برسوں کا ذکر ہے۔ ایک اسلامی سلطنت میں حکومت کے ایماء پر پیٹیوں سے بھرے ہوئے ٹرک آئے۔ اندر شراب کی بوتلیں تھیں — (قہقہے، تالیاں، نظامِ شیاطین زندہ باد)

خیر! ہمیں ۴۴ اسلامی طاقتوں کے اجتماع سے خائف نہیں ہونا چاہیئے۔ ان میں اتحاد و مرکزیت کا فقدان رہے گا۔ "متحدہ قیادت" کا تصوّر اُن کے مقدّر میں نہیں ہے

\- - - - - - - - - - -
\- - - - - - - - - - -

آج عراق اور ایران کی باری ہے۔ لیبیا اور سعودی عرب میں ہم نے تلخیاں پیدا کر دی ہیں۔ اردن اور شام بھی میدان میں آنے والے ہیں۔ مصر اور لیبیا میں چپقلش پیدا کرانا ہمارے پروگرام میں ہے۔ حالانکہ فلسطین کا مسئلہ، جموں اور کشمیر پر ہماری مہارانی کا قبضہ، افغانستان میں روس کی جارحیت اور اس طرح کے سینکڑوں مسائل ہیں جن میں اسلامیانِ عالم کی ٹانگ پھنسی ہوئی ہے۔ لہٰذا گھبرانے کی ہرگز ضرورت

نہیں۔ ہمارے صدر محترم کی عمر دراز ہو۔ جب تک اولادِ آدمؑ میں سے ایک فرد بھی سطحِ ارضی پر کلمۂ توحید کو زبان پر لانے والا موجود ہے ہم پر دن رات کا آرام کلیتہً حرام ہے اور سب سے حوصلہ افزا تو یہ بات ہے کہ صرف ایک امتِ محمدیہؐ سے ہمارا مقابلہ ہے۔ زود یا بدیر ہمارے محسنِ قدیم (ابلیس) کی دعاؤں سے ہم کامیابی سے ہمکنار ہو جائیں گے۔

(زندہ باد، اسلامی ممالک کے انچارج پائندہ باد)

ابلیس کی آخری وصیت

میرے نونہال جانبازو! آپ کے حوصلہ افزا دعاوی سے میرے مردہ جسم میں زندگی کی لہر دوڑ گئی ہے لیکن میں اپنی طرف سے چند تجاویز پیش کرتا ہوں آپ ان پر تا قیامِ قیامت عمل پیرا نہیں۔ (چاروں طرفؔ سے پکار — ہم تیار ہیں)

ا — روزِ اول پروردگارِ عالم کے دربار سے مجھ کو جو اجازت نامہ ملا تھا اس کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:۔

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا

(سورۂ بنی اسرائیل پ ۱۵ - ع ۷)

"اولادِ آدم میں جس کو تو پھسلا سکے، اپنی دلربا آواز سے پھسلا لے۔ تجھے مہلت دی جاتی ہے کہ تو اپنے سواروں اور پیادوں کو لے کر ان (اولادِ آدمؑ) پر حملے کرتا رہ اور ان کے مال و دولت میں اور ان کی اولاد میں شرکت کر۔ اور ان کو سبز باغ دکھاتا رہ۔ (لیکن شیطان کے سب وعدے دجل و فریب پر مبنی ہوتے ہیں)

غور کیجئے! سب سے پہلے ہم نے عام و خاص کو اپنی دلربا آوازوں سے مسحور کرنا ہے۔ ریڈیو ٹیلی ویژن، ٹیپ اور باقی بھانڈوں کی پارٹیوں کے ذریعے شہروں، قصبوں دیہاتوں، جھونپڑوں، دکانوں، سکولوں کالجوں، دفتروں حتیٰ کہ مولویوں کے گھروں بلکہ راہگیروں اور زمین پر بیٹھ کر جوتوں کی مرمت کرنے والوں اور مزدوروں کو فلمی گیتوں کا رسیا بنانا ہے۔ قرآن و حدیث، صحابہ اور صحابیات کے حالاتِ زندگی کا نام و نشان ختم کر دو۔ ڈائجسٹ اجالا، مصوّر وغیرہ وغیرہ رسائل کو عام کر دو۔

۲۔ سکولوں اور کالجوں میں فارسی اور عربی کی تعلیم سے نفرت دلاؤ۔ ورنہ رُومی کی مثنوی اور اقبال کی فارسی کتب کے مطالعہ سے قوم کے قدامت پسند ہونے کا خطرہ ہے۔

۳۔ مولوی لوگوں کو اختلافی مسائل میں اُلجھائے رکھو۔ تلبیس حق، بدعت اور تکفیر بازی کو فروغ دو۔ حُفّاظ کو قاری کہہ کر اور مولوی کو خطیب کہہ کر رضائے الٰہی سے محروم رکھو، لاہور کے امّ القریٰ میں اُس کھدّر پوش احمد علیؒ نے درس قرآن کا سلسلہ اس استقامت سے شروع کیا کہ خدا کی پناہ! آج تک اُس کا کوئی نہ کوئی شاگرد دنیا کے کسی کونے میں درسِ قرآن کو اپنا وظیفہ بنائے ہوتے ہے۔ لہٰذا یاد رہے۔ علماء کو سہل انگار بناؤ کسی صورت میں درس قرآن دینے نہ پائیں۔

۴۔ اہلِ سیاست کو نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی پابندی سے بالکل بے نیاز کر دو۔ نتیجۃً اربابِ حکومت کی باگ ڈور ہمارے ہاتھوں میں ہوگی بس وہ اپنی کرسی کی فکر میں خدا کی یاد سے دُور رہیں گے۔

۵۔ مستورات کو علمِ دین سے جاہل رکھو، فیشن پرستی میں اُن کی مدد کرو۔

۶۔ قیامت کا وقت قریب ہے بحر و برّ پر چھا جاؤ۔ المختصر! اولادِ آدم کو خدا سے توڑو۔ اور دنیا کے دھندوں میں منہمک رکھو۔

اب میں آپ کو اذنِ رخصت دیتا ہوں۔ (نظامِ ابلیس زندہ باد، ملّا ازم مردہ باد)

ارشاداتِ گرامی سیّدنا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ

(ماخذ ازالۃ الخفاء، از حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی قدس سرہٗ)

(محمد شفیع عمرالدین (میرپور خاص سندھ)

۱۔ غصہ کو ضبط کرو، کم ہنسو، دل کھول کر نہ ہنسو۔

۲۔ لوگ خوابِ غفلت میں ہیں جب مریں گے تب بیدار ہونگے۔

۳۔ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے خدا تعالےٰ کو پہچان لیا۔

۴۔ آدمی اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔ جس کی زبان شیریں ہو۔ اس کے ملنے والے بہت ہوتے ہیں۔

۵۔ کنجوس کے مال کو حادثہ یا وارث کی بشارت دے دو۔

۶۔ کہنے والے کو نہ دیکھو بلکہ اس کے قول کو دیکھو۔

۷۔ مصیبت کے وقت بے صبری کرنا بہت بڑی مصیبت ہے۔

۸۔ سرکشی کے ساتھ کامیابی نہیں ہے۔

۹۔ تکبر کے ساتھ تعریف نہیں ہے۔

۱۰۔ بے ادبی کے ساتھ شرافت نہیں ہے۔

۱۱۔ حسد کے ساتھ راحت نہیں ہے۔

۱۲۔ بدلہ لینے کے ساتھ سرداری نہیں ہے

۱۳۔ تقویٰ سے بڑھ کر کوئی بزرگی نہیں ہے۔

۱۴۔ عافیت سے بڑھ کر کوئی لباس نہیں ہے۔

۱۵۔ جہل سے سخت کوئی بیماری نہیں ہے۔

۱۶۔ خدا تعالےٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے اپنے قدر کو پہچانا۔ اور اپنے مرتبہ سے تجاوز نہ کیا۔

۱۷۔ لوگوں کے سامنے نصیحت کرنا دوسرے کو رسوا کرنا ہے۔

۱۸۔ حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے۔

۱۹۔ بخل سب عیبوں کو جمع کرنے والا ہے

۲۰۔ جب تقدیر پیش آتی ہے تو تدبیر بے کار ہو جاتی ہے۔

۲۱۔ نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔

۲۲۔ جب تمہارے پاس نعمتیں پہنچنے لگیں تو ناشکری کر کے بڑی نعمتوں کو نہ بھگا دو۔

۲۳۔ جب تم کو دشمن پر غلبہ حاصل ہو تو اس کے شکریہ میں اس کو معاف کر دو۔

۲۴۔ عاقل کی زبان دل کے تابع ہے اور احمق کا دل زبان کے آگے ہے۔

۲۵۔ بخیل فقر کو قریب خیال کرتا ہے اور محتاجوں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے اور آخرت کا حساب امیروں کی طرح دے گا۔

۲۶۔ امیرِ لشکر کو نصیحت فرماتے کہ میں تجھے اللہ تعالےٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں تجھے ایک دن یقیناً اللہ تعالےٰ کو ملنا ہے۔ اس کے سوا تیرا کوئی منتہیٰ نہیں ہے۔ وہ ہی دنیا اور آخرت کا مالک ہے۔ تم اس چیز کو اختیار کرو جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس دنیا کی ہر چیز کا بدلہ ہے۔

۲۷۔ جاہل کو سیکھنے میں شرم نہ کرنی چاہیئے۔

۲۸۔ بندہ اپنے رب کے سوا کسی سے امید نہ کرے۔

۲۹۔ جب کسی سے ایسی بات پوچھی جائے جو وہ نہ جانتا ہو تو اسے "واللہ اعلم" (یعنی اللہ تعالےٰ جانتا ہے مَیں نہیں جانتا) کہنے میں شرم نہ کرنی چاہیئے۔

۳۰۔ مَیں تم پر دو چیزوں سے ڈرتا ہوں۔ طولِ امل (لمبی لمبی امیدیں باندھنا) اور خواہش کی پیروی۔ طولِ امل تو آخرت کو بھلا دیتی ہے اور خواہش کی پیروی حق کو روک دیتی ہے۔

۳۱۔ دنیا کُوچ کر رہی ہے اور آخرت سامنے آ رہی ہے اور ہر ایک کے لئے اہل ہیں پس تم آخرت والوں میں سے ہو جاؤ۔

۳۲۔ آج عمل کا دن ہے حساب کا نہیں ہے۔ کل (قیامت کا دن) حساب کا ہوگا، عمل کا نہ ہوگا۔

۳۳۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو لوگوں کو پہچانتے ہیں، اور لوگ ان کو نہیں جانتے ہیں اور اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہے۔ وہی لوگ ہدایت کے چراغ ہیں۔ انہی کی وجہ سے ہر ایک تاریک فتنہ دُور کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا وہ لوگ نہ راز ظاہر کرتے ہیں اور نہ چغل خوری کرتے ہیں اور نہ ہی وہ جفا کار و ریاکار ہیں۔

۳۴۔ جس وقت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نکاح کے بعد میرے پاس بھیجی گئی تھیں، تو میرے پاس مینڈھے کی کھال کے سوا اور کوئی بستر نہ تھا۔

۳۵۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا تو ان کے ساتھ ایک چادر، چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کے چھلکے بھرے ہوئے تھے، ایک چکی، ایک مشکیزہ اور دو گھڑے بھیجے تھے۔

۳۶۔ ایک رات رو کر کہہ رہے تھے۔ اے دنیا! تُو دوسروں کو فریب دے۔ کیا تُو میرے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتی ہے؟ یا تُو میری مشتاق ہے؟ دُور ہو، دُور ہو، مَیں نے تجھے تین طلاقیں دے دیں۔ اب رجعت کا موقعہ نہیں رہا، تیری عمر کم ہے اور تیرا مرتبہ حقیر ہے۔ افسوس توشہ کم ہے سفر لمبا ہے ـــــ اور راہ وحشت ناک ہے۔

بقیہ : اداریہ

تنظیم کا کیا ہوگا تو ہم اپنے عزیز اور مخلص کارکنوں کو یقین دلاتے ہیں کہ بہت جلد ان کی محبوب جماعت منظم شکل میں ان کے سامنے ہوگی۔

ہمت نہ ہاریں کسی کی گیدڑ بھبکیوں سے مرعوب نہ ہوں۔ ہم اس عقیدہ کا اعلان کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ ہدایت، شرافت اور قیادت کی صلاحیتیں موروثی نہیں۔ اللہ کا عطیہ ہے ـــــ ابھی اہل حق کا قافلہ جو نکلے گا اور ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کرے گا تو پھر ہر کسی کو معلوم ہو جائے گا کہ کیا بھاؤ بکتی ہے

ہم دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالےٰ کے حضور دعاگو ہیں کہ وہ اس نازک دور میں ہماری رہنمائی فرمائے حضور نبئ مکرم رحمت دو عالم سرور کائنات علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق سے نوازے اور اپنے عظیم المرتبت اسلاف کے ورثہ روحانی و ایمانی کی حفاظت کی توفیق دے۔ حاسدوں، بے دینوں اور بے راہ رَو لوگوں کی شرانگیزیوں اور فتنہ سامانی سے بچائے۔

اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ۔

خاکپائے اسلاف

علوی ۱/۴

تحریر: عبداللطیف کراچی

سلطنتِ مغلیہ کا انحطاط

ہندوستان کی تباہ حالی کا نقطۂ آغاز عالمگیر، محی الدین محمد اورنگ زیب کی وفات تھی۔ اورنگ زیب اور شاہ عالم ثانی کے درمیان جتنے بادشاہ بھی گزرے ان میں سے پورے اختیار کے ساتھ اطمینان سے حکومت کا موقع کسی کو بھی نہ ملا ماسوا محی الدین اورنگ زیب کے بیشتر یا تو قتل ہوئے یا قید کر دیئے گئے جہاندار شاہ قتل ہوا۔ فرخ سیر اندھا کر کے قید اور پھر قتل کیا گیا رفیع الدرجات چار ماہ بھی حکومت نہ کر سکا تھا کہ مرگیا۔ رفیع الدولہ کی حکومت تقریباً چار ماہ رہی۔ احمد شاہ اندھا کیا گیا اور عالمگیر ثانی قتل ہوا محمد شاہ روشن اختر ناصر الدین کے سوا کوئی معتدبہ مدت تک حکومت نہ کر سکا۔ اجمالی خاکہ حسبِ ذیل ہے:

۱: عالمگیر محی الدین اورنگ زیب
ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ، ۳۰ر جولائی ۱۶۵۸ء

۲: شاہ عالم (اوّل) بہادر قطب الدین محمد
ذی قعدہ ۱۱۱۸ھ، ۳ر مارچ ۱۷۰۷ء

۳: جہاں دار شاہ، معز الدین
محرم ۱۱۲۴ھ، ۲۸ر فروری ۱۷۱۲ء۔

۴: فرخ سیر، معین الدین احمد
۲۳ر ذی الحجہ ۱۱۲۴ھ، ۹ر جون ۱۷۱۳ء

۵۔ رفیع الدرجات شمس الدین محمد ابوالبرکات
۸ر ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ، ۲۸ر فروری ۱۷۱۹ء

۶: شاہجہان ثانی شمس الدین محمد رفیع الدولہ
۱۹ر رجب ۱۱۳۱ھ، ۷ر جون ۱۷۱۹ء۔

۷: محمد شاہ، روشن اختر ناصر الدین
۲۵ ذی قعدہ ۱۱۳۱ھ، ۹ر اکتوبر ۱۷۱۹ء

۸: احمد شاہ بہادر، مجاہد الدین۔
۲۷ر ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ، ۲۷ر اپریل ۱۷۴۸ء

۹۔ عالمگیر ثانی، عزالدین محمد۔
۲ر شعبان ۱۱۶۷ھ، ۵ر جون ۱۷۵۴ء

۱۰۔ شاہجہان ثالث ۲۰ر ربیع الثانی ۱۱۷۳ھ، ۱۰ر نومبر ۱۷۵۹ء۔

۱۱۔ شاہ عالم ثانی، جلال الدین احمد۔
۴ر جمادی الاولیٰ ۱۱۷۳ھ، ۲۵ر دسمبر ۱۷۵۹ء

مرکز کی کمزوری۔ اندرونی طائف الملوکی بیرونی حملوں کی دعوت دیتی ہے، چنانچہ مرکز دہلی کی کمزوری سے اندرونِ ملک صوبیداروں نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ بنگال اور بہار پر وردی خان نے قبضہ کر لیا۔ اودھ پر برہان الملک اور صفدر جنگ قابض ہو گئے۔ روہیل کھنڈ اور دوآبے میں روہیلے اور بنگش متصرف ہو گئے اور نظام الملک نے حیدرآباد دکن میں اپنی حکومت قائم کر لی، مرہٹوں، جاٹوں اور سکھوں کو بھی سر اٹھانے بلکہ حکومتیں قائم کرنے کے لیے مواقع مل گئے۔ بیرونی طاقتوں میں سے پہلے نادر شاہ اور اس کے بعد ابدالی نے حملے کئے اور بنگال میں انگریزوں نے قدم جما لیے۔

مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"سارے فتنوں کی بنیاد اگر سچ پوچھئے تو ہندوستان میں بھی وہی مسئلہ رہا جس سے ہر جگہ حتےٰ کہ پہلی صدی ہجری میں فتنوں کی ابتدا ہوئی تھی یعنی وہی شیعیت اور سنت کا جھگڑا۔" (الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ص ۱۷۳، مناظر احسن)

غوریوں سے لودھیوں تک تمام حکمران خانوادے سنی، حنفی تھے۔ ہمایوں کے بعد ہندوستان کی ملکی سیاست میں ایرانی دخیل ہو گئے۔ سادات بارہہ چونکہ مسلکاً شیعہ تھے یہ عالمگیر ثانی تک دربار میں چھائے رہے۔ انہوں نے فرخ سیر کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد محمد شاہی تک سلطنت مغلیہ کو نقصان پہنچایا۔ بقول جدوناتھ آخری مغلیہ دَور کی تاریخ انہی دو گروہوں (سنی اور

شیعہ) کے جنگ و جدال کا نتیجہ ہے مغلیہ دور کے زوال کے اسباب بروہیلے، مرہٹہ، تحریک، سکھ تحریک، جاٹ تحریک بھی ہے یہ سب طوائف الملوکی کی وجہ سے ہوا۔ جاٹ دہلی اور آگرہ کے درمیان آباد تھے اور متھرا اور دہلی کی سڑک پر گویا ان کی عملداری تھی۔ وہ عہد زوال میں جب چاہتے اس سڑک کو ناقابلِ گذار بنا دیتے۔ سکھوں نے جہانگیر کے دَور میں سر اٹھایا عالمگیر کے وقت میں مارے گئے۔ جہانگیر نے اپنے دَور میں ان پر سختی سے کنٹرول رکھا جس کی وجہ سے یہ فرقہ درویشی چھوڑ کر میدان سیاست میں آ گیا۔ گروبند کے جانشین بندا بیراگی نے سرہند میں لوٹ مار، قتل و غارت کا آغاز کیا۔ سہارنپور اور سلطانپور کے پہاڑی علاقوں کو لوٹتا رہا۔ شہزادہ رفیع الشان نے اسے شکست دی — فرخ سیر کے زمانہ میں انہوں نے پھر سر اٹھایا یہ باآواز بلند اذان نہیں ہونے دیتے تھے۔ مسجدوں کو اپنے ماتحت لے کر ان میں گرنتھ پڑھتے اور اس کا نام ست گڑھ رکھتے تھے انہوں نے نہتی رعایا پر پہلے سے زیادہ ظلم توڑے بالآخر لاہور کے صوبے دار عبد الصمد خاں تورانی نے اس کا قصہ تمام کیا۔ جنوبی ہند کی مرہٹہ تحریک، سیواجی کی سرکردگی میں ابتدا ہی سے سیاسی تحریک تھی۔ محی الدین اورنگ زیب نے مرہٹہ تحریک کی مرکزیت ختم کر دی تھی۔ اورنگ زیب کے بعد، ۲۵ سال کی کوشش میں پھر انہوں نے سر اٹھایا۔ انہوں نے جنوب مغربی علاقوں پر قبضہ کرنے کے لیے امراء کے باہمی عناد و فریق سے بہت فائدہ اٹھایا بالآخر ان کو اپنے مقصد میں کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ رفتہ رفتہ ان کا اقتدار دہلی کے گرد و نواح تک پھیل گیا۔ انہوں نے جاٹوں کی مدد سے ۱۷۵۸ء میں نجیب الدولہ پر حملہ کیا۔ نجیب الدولہ کو صلح کرنا پڑی ۱۷۵۸ء ہی میں لاہور پر قبضہ کیا۔ ۹ ذی الحجہ ۱۱۷۳ھ (۳ اگست ۱۷۶۰ء) کو مرہٹوں کے سپہ سالار نے لال قلعہ پر قبضہ کیا۔

احمد شاہ ابدالی نے ۱۴ جنوری ۱۷۶۱ء میں حضرت شاہ ولی اللہ کے ایما پر پانی پت میں ان کو زبردست شکست دی۔ دو لاکھ مرہٹوں کے ساتھ بھاؤ اور بسواس راؤ بھی مارے گئے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے عالمگیر کے بعد ان تمام بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ عالمگیر کے وصال کے وقت آپ کی عمر چار سال تھی۔ فتاوی عالمگیری کی تدوین میں شاہ صاحب کے والد شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی حصّہ رہا ہے۔ شاہ صاحب نے جن بادشاہوں کا زمانہ دیکھا ان میں بیشتر امور سلطنت میں غافل ہو کر عموماً عیش کوشی اور لذت اندوزی میں منہمک تھے جہاندار شاہ اور لال کنور کے قصے، محمد شاہ کی رنگ رلیاں اور احمد شاہ کی بے اعتدالیوں سے تاریخ کا کونسا طالب ناآشنا ہے۔ عالمگیر ثانی ہی کے زمانہ میں ایک دن قلعہ کی بیگمات نے بھوک سے بے تاب ہو کر محل سے نکل کر باہر جانا چاہا۔ بھوک کی شدت کی وجہ سے انہیں اپنی بے پردگی کا خیال تک نہ رہا۔ لیکن قلعہ کے دروازے بند ہونے کی وجہ سے مجبورًا وہیں بیٹھ رہیں اور بڑی مشکل سے انہیں محل میں لایا گیا شاہ صاحب نے اپنی دینی بصیرت اور قوت تدبیر سے کام لے کر ملّت اسلامیہ کے تحفظ میں عملی حصہ لیا۔

احمد شاہ ابدالی سے پہلے نادر شاہ نے ۱۸۳۹ء میں دہلی پر حملہ کیا۔ نادر شاہ نے محمد شاہی عہد میں، ۹ ذی الحجہ کو دہلی میں داخل ہوا۔ اس نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ تقریبًا ایک لاکھ آدمی مارے گئے شاہ صاحب نے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان پر حملہ کی ترغیب دیتے ہوئے لکھا تھا۔ خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ نادر شاہ کی طرح عمل ہو وہ مسلمانوں کو زیر و زبر کر گیا اور مرہٹہ اور جاٹ کو سالم چھوڑ گیا۔ احمد شاہ ابدالی (وفات ۲۰ رجب ۱۱۸۶ھ، ۲۳ اکتوبر ۱۷۷۲ء) نے ۱۷۴۸ء سے ۱۷۶۹ء تک نو بار ہندوستان پر حملے کیے۔ ۱۷۶۰ء میں اس نے جو حملہ کیا وہ ہندوستان کے مسلمانوں کی دعوت تھی۔ ۱۱۷۰ھ، ۱۷۵۷ء میں انگریزوں نے سراج الدولہ کے مقابلہ میں میر جعفر کی غداری سے بنگال پر قبضہ کیا۔ پلاسی کا معرکہ جیتا اس کے بعد انگریزوں کے لیے راستہ (باقی صفحہ ۱۲ پر)

دار العلوم دیوبند میں مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کی تقریر

زندہ رہنا ہے تو میرِ کارواں بن کر رہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واذکروآ اذا انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فاٰوٰکم وایدکم بنصرہٖ ورزقکم من الطیبٰت لعلکم تشکرون

میرے بھائیو! عزیزو اور دوستو!

میں نے آپ کے سامنے سورۂ انعام کی یہ آیت پڑھی جو فوری طور پر میرے ذہن میں آئی کسی غیبی طاقت نے میرے کان میں کہا، اس عظیم مجمع کو دیکھو جو لاکھوں کی تعداد میں تمہارے سامنے ہے۔ اس غیر معمولی تعداد کا تصوّر پہلی صدی ہجری میں بڑے سے بڑا جنگجو، غیر معمولی دوربین، حوصلہ مند، صاحب فراست اور بڑے سے بڑا پیشین گوئی کرنے والا بھی نہیں کر سکتا تھا کہ دنیا ہی میں نہیں پورے کرۂ ارض میں بھی نہیں، ایک ایسے قصبہ میں جو جزیرۃ العرب سے سات سمندر پار ہے اور جو زبان، تہذیب، قانون، قومیت اور نسل و مذہب کسی بھی رشتہ سے جزیرۃ العرب سے منسلک نہیں۔ مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد جمع ہو سکے گی۔ قرآن مجید کی اس آیت پر دوبارہ غور کیجئے اور پہلی صدی ہجری کے ان حالات کو یاد کیجئے جو مسلمانوں کے ساتھ مدینہ طیبہ میں پیش آئے تھے۔

قرآن مجید مسلمانوں کو مخاطب کر کے (جن کی تعداد اس وقت چند ہزار سے زیادہ نہ تھی) کہتا ہے "جب تم تھوڑے تھے، زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے، ہر وقت ڈرتے تھے کہ تم کو کوئی جھپٹا مار کے اچک نہ لے جائے (یہاں پر قرآن مجید نے تخطّف کا لفظ استعمال کیا ہے، جس کے معنی جھپٹا مارنا اور اڑا کر لے جانا ہیں)۔ حالت یہ تھی کہ تم لقمۂ تر تھے۔ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کو چھوڑیئے کہ حجاز بلکہ صرف قریش کا قبیلہ ہمیشہ کے لیے اس چراغ کو گل کرنے کے لیے کافی ہوتا قرآن مجید کے اندر مندرجہ ذیل آیت میں پھونک مار کر بجھانے کی تعبیر استعمال کی گئی ہے۔ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم: یہ صرف ادبی لفظ نہیں اس کے سارے الفاظ معجز ہیں، اس لفظ میں ایک سچی اور صحیح تصویر ہے۔ حالت یہ تھی کہ مسلمانوں کی زندگی کا چراغ اور اسلام کے چراغِ نور کو ہر وقت گل کیا جا سکتا تھا۔ اس کے بجھانے کے لیے کسی پنکھے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ وہ منہ کی پھونک سے بجھایا جا سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دو تین جگہ قرآن مجید میں یہ الفاظ استعمال کئے ہیں اور ان کے ذریعے مسلمانوں کے حالات کی صحیح اور سچی تصویر پیش کی گئی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛

فاٰوٰکم وایدکم بنصرہٖ ورزقکم من الطیبٰت لعلکم تشکرون ۝

اور تم کو پناہ دی اور تم کو نصرت خداوندی اور آسمانی مدد کے ذریعے تمہاری تائید کی اور صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے حلال و پاک چیزوں میں سے تم کو عطا فرمایا کہ تم شکر ادا کرو۔ طیبات کا لفظ عام ہے سلطنت سے لے کر مطلق العنان و با اختیار سلطنت تک اور سلطنت کے زوال میں جو عزت ہوتی ہے، جو اعزاز و اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ جو قانون سازی کی طاقت، آزادی و خود مختاری اور بلندی و برتری حاصل ہوتی ہے یہ سب طیبات میں آتا ہے۔

ورزقکم من الطیبات لعلکم تشکرون ۝ کہ شاید تم شکر کرو اور تمہارے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہو۔

آج میں انسانوں کا جنگل دیکھ رہا ہوں اور اس وقت کو یاد کر رہا ہوں جب چند ہزار مسلمانوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی تھی اور اللہ تعالےٰ نے یہ احسان جتلایا تھا، لیکن آج ہماری کیا حالت ہو گئی ہے؟ اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے ایک قصبہ میں دین کے خادموں کی ایک آواز پر دنیا کے دور دراز گوشوں سے کتنے انسانوں کو جمع کر دیا ہے۔ ہر ملک کے لوگ یہاں اس طرح جمع ہو گئے ہیں۔ اگر بے ادبی نہ ہو تو بلاتشبیہ میدان عرفات کا نقشہ یہاں دکھائی دے رہا ہے جو طاقت مسلمانوں کو میدان عرفات میں جمع کرتی ہے وہی طاقت اور سنت ابراہیمی کی وہی کشش ہے جس نے آج اس قصبہ میں لاکھوں مسلمانوں کو یکجا کر دیا ہے۔ واذن فی الناس بالحج، یاتوک رجالاً وعلیٰ کل ضامر یأتین من کل فج عمیق۔

تیری سپہ انس وجن تو ہے امیر جنود

مکہ مکرمہ میں اگر مسلمان جمع ہوتے ہیں تو سنتِ ابراہیمی اور سنت محمدی کی وجہ سے، مدرسہ میں اگر مسلمان جمع ہوتے ہیں تو اس میں بھی سنتِ ابراہیمی اور سنت محمدی کی کشش کو دخل ہے اور آج بھی اس آواز میں وہ غیر معمولی طاقت اور کشش ہے جس کو اگر مسلمان سمجھ لیں تو دنیا کی کسی بڑی سے بڑی حکومت میں وہ اثر اور طاقت نہیں جو اب بھی ایمان کی آواز میں ہے۔ اقوام متحدہ سو بار جیے، سو بار مرے، امریکہ اور روس جیسی بڑی بڑی طاقتیں مر مر کے زندہ ہوں پھر بھی اُن کی آواز میں وہ طاقت و تاثیر نہیں جو اسلام کی آواز میں ہے۔ جس طرح مقناطیس لوہے کے ٹکڑوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے اسی طرح آج بھی اس آواز میں وہ کشش، توانائی اور مسیحائی ہے جو دنیا کی کسی چیز میں نہیں ہے ہمیں اور آپ کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ کیا چیز تھی جس نے قلیل تعداد کو کثیر تعداد پر غالب کر دیا۔

میں نے عربوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو لاشئی سے کل شئی بنا دیا اور میں آپ سے ایک بار نہیں چار بار کہتا ہوں کہ آپ کچھ نہ تھے سب کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسلام کے طفیل عطا کر دیا۔

ذرا سوچئے تو سہی آپ ہندوستان میں کس چیز کی پرستش کر رہے تھے؟ شجر و حجر سے لے کر ہر چیز آپ کے لیے معبود و مسجود بننے کے لائق تھی۔ پستیوں، ذلتوں جہالتوں اور شقاوتوں کے اس بحر ظلمات سے آپ کو کس نے نکالا ہے؟ یہ وہی انبیائے کرام کی دعوت تھی جو آخری طور پر قیامت تک کے لیئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اس دنیا کو پہنچی۔ اگر عربوں پر یہ احسان ایک مرتبہ ہے تو آپ پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان سو بار ہے۔ میں عربوں سے بار بار خطاب کرتا ہوں اور ان کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑتا ہوں۔ یہ ان کی عالی ظرفی اور کریم النفسی ہے کہ میں نے ان کو جھنجھوڑا تو جھک گئے اور جب بھی میں نے ان کو پکارا تو انہوں نے آواز دی اور جب بھی ان کا ایک محتسب کی طرح احتساب کیا انہوں نے اس کو برداشت کیا۔ حالانکہ مجھے اس کا کوئی حق نہ تھا میں تو اس میخانہ کا ایک ادنیٰ میخوار ہوں۔ اب میں آپ سے کہوں گا اور سو بار کہوں گا کہ غور کو یاد کریں کہ آپ کہاں تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو کہاں پہنچا دیا۔؟

میرے دوستو اور بزرگو! آپ اپنی حقیقی عظمت کے راز کو سمجھئے کہ دنیا میں اب تک ہزاروں طوفان، آندھی اور سیلاب کے باوجود آپ اب تک کیوں باقی ہیں؟ ایک ہندوستان کی تاریخ کو ہی دیکھ لیجئے، زمین جس کو حالی نے اکال الارض اور ہندوستانی تہذیب و مزاج کو اکال الامم سے تعبیر کیا ہے یعنی جو قوم یہاں آئی وہ تحلیل ہوگئی اور اس نے اپنی قومی خصوصیات و امتیازات کو کھو دیا اور "ہر کہ درکان نمک رفت نمک شد" کا منظر سامنے آتا رہا۔ اس میں نہ تو آریائی نسلیں باقی رہیں نہ دوسری قومیں جو بھی یہاں آیا وہ اس کے رنگ میں رنگ گیا لیکن وہ کیا چیز تھی جس نے آپ کو اپنے تشخص کے ساتھ باقی رکھا ہے؟ وہ ہے عقیدۂ توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستگی، اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اقرار اور اس کے سامنے ساری طاقتوں کا انکار اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی محبت کا طوق اپنے گلے میں ڈالنا۔

یہ تھے وہ اسباب جن کی بنا پر ہم اس قابل ہوئے کہ اس منظر کو دیکھ سکیں ہم ان عربوں کو اس لیے جمع کرتے ہیں کہ ان سے ملیں اور ان سے کہیں کہ اے ہمارے مرشدو! اے ہمارے استادو! تم نے ہم کو جو سبق پڑھایا تھا اور جو مبلغ ہندوستان بھیجے تھے ہم ثابت کرتے ہیں کہ ہم یہاں ہیں اور ہم کندہ ناتراش نہیں ثابت ہوئے۔ محمد بن قاسم الثقفی اور دوسرے بزرگان دین (خواہ براہِ راست عرب سے آئے یا دوسرے ملکوں سے ہو کر) جو سبق لے کر آئے تھے، وہ سبق ہم نے یاد رکھا اور ہم نے آپ کو اسی لیے بلایا ہے کہ ہم اپنا سبق سنائیں اور یہ زبانِ حال سے سُن رہے ہیں اور حیرت زدہ ہیں کہ اس ہندوستان میں اتنے غیور مسلمان شمع اسلام کے اتنے پروانے اسلام کی شمع کو اس طرح جلا سکتے ہیں اور علم کی شمع پر اتنے پروانے جمع ہو سکتے ہیں۔ ہم نے ان عربوں کو دارالعلوم کی تاریخ سنانے اور اس کے کارناموں کی عظمت سے باخبر کرنے کے لیے جمع نہیں کیا ہے بلکہ ہم انہیں کے مشہور شاعر ابو فراس ہمدانی کا وہ شعر سنانا چاہتے ہیں جس میں اس نے کہا تھا۔

صنائع فاق صانعها فقاقت
وغرس طاب غارسه فطابا
وکنا کالسهام اذا اصابت
مراميها فراميها اصابا

(کارنامے جن کو بنانے والے بڑے بلند و عالی مرتبہ تھے۔ وہ بڑے روشن ہیں، وہ پودا جس کا لگانے والا بڑا کریم، بڑا شریف، بڑا عالی استعداد تھا وہ پودا خوب کامیاب نکلا اور خوب برگ و بار لایا۔

ہم تو تیر تھے۔ جب تیر انداز نے کمان میں جوڑ کر ان تیروں کو چلایا تو وہ اپنے نشانے پر بیٹھے، تو تیروں کی تعریف ہے اور تیر انداز کی بھی تعریف ہے۔

حضرات! میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی عظمت اور تشخصات کے ساتھ اس ملک میں باقی رہیئے ہم مسلمان ہیں، ہم کو اس کا اقرار ہے ہم اس ملک میں پورے اسلامی امتیازات اور مکمل اسلامی تشخصات کے ساتھ باقی رہیں گے، یہ ہمارا فیصلہ ہے۔

بزرگو اور دوستو! ہجرت کا فلسفہ کیا ہے۔ ہجرت کا شرعی حکم کیوں ہے؟ اسی لیے کہ جس زمین پر احکام اسلام پر عمل نہ ہو سکے اس سرزمین کو چھوڑ دینا فرض ہے ہم اس ملک میں اس حالت میں نہیں رہ سکتے کہ ہم اپنے تمام تشخصات و امیازات سے دستبردار ہو جائیں اور اپنے مابہ الامتیاز عقائد کو چھوڑ دیں۔ اپنے عقیدہ توحید و رسالت، ایمان بالآخرۃ سے دست کش ہو جائیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت اور آپؐ کی سنت پر چلنے کے جذبہ سے ہم خالی اور عاری ہو جائیں۔

ہم صاف اعلان کرتے ہیں، اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی اعلان کریں کہ ہم ایسے جانوروں کی زندگی گزارنے پر ہرگز راضی نہیں جن کو صرف راتب چاہیئے اور ان کو sale security چاہیئے کہ ان کو کوئی مارے نہیں۔ ہم ہزار بار ایسی زندگی گزارنے اور ایسی حیثیت قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ہم اس سرزمین پر اپنی اذانوں اور نمازوں کے ساتھ رہیں گے بلکہ ہم تراویح اور اشراق و تہجد تک چھوڑنے کے لیے تیار نہیں گے۔ ہم ایک ایک سنت کو سینے سے لگا کر رہیں گے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو سامنے رکھ کر کسی ایک نقش بلکہ کسی نقطہ سے بھی دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔ لیکن — عزیزو اور دوستو! اس وقت جبکہ پورے ملک اور عالم اسلام کا جوہر اور دل و دماغ ایک جگہ جمع ہے اور یہاں ایسے لوگ جمع ہیں جن کا فتویٰ سکۂ رائج الوقت کی طرح چلتا ہے۔ میں ان تمام حضرات کی موجودگی میں کہتا ہوں آپ یہاں سے عہد کر کے جائیں کہ ہم کو اس ملک میں مسلمان بن کر ہی رہنا ہے اور ہم کسی قیمت پر اس سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے

میرے بھائیو! آپ اپنی طاقت اور اپنی قوت سے آشنا ہوں۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

آپ اپنے ساتھ تو انصاف کیجئے، مسئلہ ایک مدرسہ یا کسی جامعہ کا نہیں، نہ کسی مکتب خیال کا مسئلہ ہے اور نہ کچھ منصوبوں اور عمارتوں کی تکمیل کا مسئلہ ہے۔ مسئلہ صرف علوم ایمانی کے باقی رکھنے اور اسلامی شخصیت

کے تحفظ کا ہے آج مسئلہ ہے اس ملک کی قیادت کا۔ آپ دوسروں کے پیچھے چلنے کے لیے ہرگز نہیں پیدا کیے گئے اور نہ خدا نے آپ کو اس ملک میں اس لیے بھیجا ہے کہ آپ دوسروں کے حاشیہ بردار ہوں اور آپ لوگوں کے اشاروں کو دیکھیں اور ان کے چشم و ابرو کو پہچاننے کی کوشش کریں کہ ملک کس رخ پر جا رہا ہے ہم کسی قومی دھارے سے واقف نہیں ہم تو صرف اسلامیات کے دھارے کو جانتے ہیں، ہم تو دنیا کی قیادت و امامت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔

حضرات! آج ملک خودکشی کے لیے قسم کھا چکا ہے، وہ آگ کی خندق میں گرنے کے لیے تیار ہے وہ بداخلاقی اور انسانیت کشی کے دلدل میں ڈوب رہا ہے آپ ہی ہیں جو ہندوستان میں کیا پورے ایشیا میں اس ملک کو بچا سکتے ہیں۔ آپ اللہ اور رسولؐ کی بات کہیے۔ آپ کو کوئی ضرورت نہیں کہ آپ نیلام کی منڈی میں اتر آئیں اور آپ سودا کرانے لگیں کہ ہماری بولی بولی جائے۔ آپ متاعِ نایاب ہیں۔ اللہ کے سوا آپ کی خریداری کا کوئی حوصلہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے میں ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں، کاش میں آپ کے دلوں اور دماغوں پر چوٹ لگا سکتا میں صرف آپ سے کہتا ہوں کہ اس ملک کو صرف تنہا آپ بچا سکتے ہیں۔ اس لیے کہ آپ کے پاس عقیدۂ توحید اور انسانی اصول مساوات ہے۔ آپ کے پاس اجتماعی عدل کا مکمل نظام موجود ہے۔ آپ ہی ہیں جو ہر چیز سے بالاتر ہیں، آپ ہی ہیں جن کے پاس ایمان بالآخرۃ ہے اور جو العاقبۃ للمتقین پر یقین رکھتے ہیں۔ آپ ان لوگوں میں سے نہیں جن کی نظر طاقت اور قوت پر رہا کرتی ہے اور جن کی نگاہ میں مال و متاع اور اکثریت ہی سب کچھ ہے اور نہ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو انتخابات میں کامیابی اور پارلیمنٹ تک پہنچ جانے ہی کو سب سے بڑی معراج سمجھتے ہیں۔

بزرگو اور دوستو! جو دولت کے فلسفہ پر ایمان رکھتا ہے اور ہر چڑھتے سورج کو پوجنے لگتا ہے وہ ڈوب کر رہے گا، اس کو کوئی بچا نہیں سکتا۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ عرب ممالک اس سے بہتر حالت میں نہیں اور یہ میں آپ سے اردو میں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ میں ان سے ڈرتا ہوں۔ میں نے ان سے بارہا کہا ہے؛

لا انفقر اخشی علیکم ولکن اخشی ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم فتنا فسوھا کما تنافسوھا فتھلککم کما اھلکتھم۔ اس کو میں نے مکہ اور مدینہ میں کہا اور ہر جگہ میں نے یہی صدا لگائی کہ وہی بچ سکتا ہے جو اللہ کے وعدوں پر یقین اور اس کی نصرت پر بھروسہ رکھتا ہے اگر ہندوستانی مسلمان اپنے اندر ایمانی خصائص پیدا کر لیں تو آج بھی آتش نمرود سرد پڑ سکتی ہے اور وہی انداز گلستاں پیدا ہو سکتا ہے۔

میرے عزیزو اور دوستو! میں پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان کی روح کا یہی پیغام ہے۔ حضرت شیخ الہند اسی میں جلتے اور جھلستے رہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ اور مولانا مدنیؒ اپنے اپنے خاص طرز اور اسلوب سے اسی کے لیے ہمیشہ سوزاں اور لرزاں رہے کہ ہندوستانی مسلمان اپنی خصوصیات اور ملی تشخصات کے ساتھ اس ملک میں باقی رہیں۔ قرآن و سنت کو سینے سے لگائے رکھیں۔ اختلافی مسائل چھیڑنے کے بجائے توحید و سنت پر زور دیں۔ دیوبند کا یہی پیغام ہے اور اس کی یہی خصوصیت رہی ہے کہ انہوں نے سرمایۂ ملت کو بچانے کی کوشش کی اور اختلافی مسائل کو عوام کے سامنے نہیں لائے۔

یہ دیوبند وارث ہے حضرت مجدد الف ثانی کا، اور اگر کوئی نہیں سمجھتا تو اس کو سمجھنا چاہیے۔ یہ میرا مقام نہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں اور حضرت مجدد الف ثانی کے وارث ہیں حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، مقتدر بزرگوں میں سے کسی کو بھی اس میں کلام نہیں کہ یہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا گلستان اور ان کا مکتب فکر ہے جو دیوبند کی شکل میں اس وقت سامنے ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں جہاں جہاں صحیح العقیدہ درس گاہیں ہیں وہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی شمع فروزاں اور اسی کی تجلیات ہیں۔

حضرات! میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنے لیے قائد کا مقام اختیار کیجیے، آپ سمجھیے کہ آپ کی حیثیت ملک میں قائد کی ہے، میرے لیے یہ بات ناقابل برداشت ہے کہ کوئی یہ کہے کہ مسلمانوں کو یہ کرنا چاہیے۔ کون یہ کہنے کا حق رکھتا ہے کیا نبی عربی کے بعد کوئی اور پیغمبر پیدا ہوگا۔ کیا کتاب اللہ کے بعد اور کوئی کتاب آسمان سے نازل ہوگی، کیا شریعت محمدیؐ کے بعد کوئی اور شریعت آئے گی؟ ہم سے کہنے والا صرف اللہ اور اس کا رسول ہے، ہمارا ساتھ دینے والی ہماری آسمانی کتاب اور سنت رسول ہے۔ آپ یہ عہد کر کے یہاں سے جائیے کہ آپ کو ان خصوصیات کے ساتھ اس ملک میں رہنا ہے اور کتاب و سنت کو دل و جان سے زیادہ عزیز رکھنا اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی کے لیے تیار رہنا ہے اگر آپ ان خصوصیات کے ساتھ اس ملک میں ہیں تو انشاءاللہ آپ عزت کے ساتھ سربلند اور سرخرو ہیں۔

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔

حضرات! یہ دارالعلوم دیوبند کے فضلاء جن کو دستارِ فضیلت ملنے والی ہے۔ ان سے اس درس گاہ کی تین چار اہم خصوصیات کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں۔

- اس درسگاہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اختلافی مسائل کے بجائے توحید و سنت پر اپنی توجہ مرکوز کی (اور یہ وہ وراثت اور امانت ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید کے وسیلہ سے اس کو ملی اور ابھی تک اس کو عزیز ہے۔)
- اتباع سنت کا جذبہ اور فکر۔
- تعلق مع اللہ کی فکر اور ذکر و حضوری اور ایمان و احتساب کا جذبہ — اور
- چوتھا عنصر ہے اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ اور کوشش۔

یہ چار عناصر مل جائیں تو دیوبندی بنتا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی عنصر کم ہو جائے تو دیوبندیت ناقص، فضلائے دارالعلوم دیوبند کا یہ شعار رہا ہے اور وہ ان چار چیزوں کے جامع رہے ہیں۔

اب میں عام آدمیوں سے کہنا چاہتا ہوں اس میں آپ کا بھی حصہ ہے اور یہ صرف فضلاء کے ساتھ مخصوص نہیں ہے آپ بھی یہاں سے پیغام لے کر جائیے کہ عقیدۂ توحید کو سینے سے لگانا ہے اور آپ کے گرد جو شرک اور فتنہ کا دھارا بہہ رہا ہے اس سے الگ رہنا ہے، توحید پر آپ قائم رہیں، اتباع سنت اور فرائض کی پابندی کا جذبہ آپ کے اندر ہو اور تعلق مع اللہ کی کوشش کرتے رہیں۔ آپ کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذاکر و مذکور محب و محبوب اور عبد و معبود کا ہونا چاہیے یہی تعلق آپ کے دل و دماغ اور آپ کے اعصاب پر حاوی ہونا چاہیے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

پردہ اور مسلمان خاتون

مولانا محمد مالک کاندھلوی

حق تعالیٰ شانہ نے اس مسئلہ حجاب کو سورۂ احزاب کی دو اور آیات میں نہایت ہی وضاحت اور تاکید کے ساتھ بیان فرمایا اور اس آیت کا نام ہی مفسرین کے نزدیک آیۃ حجاب ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:-

یاایھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم الیٰ طعامٍ غیر نظرین انٰہ ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیثٍ ان ذلکم کان یؤذی النبی فیستحی منکم واللہ لا یستحی من الحق واذا سالتموھن متاعاً فسئلوھن من وراء حجابٍ ط ذالکم اطھر لقلوبکم وقلوبھن وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ (سورہ احزاب، پ ۲۲)

اے ایمان والو! مت داخل ہوا

کرو تم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھروں میں۔ مگر یہ کہ تم کو (گھروں میں داخل ہونے کی) اجازت دے دی جائے کھانا کھانے کے واسطے اور حال یہ کہ تم راہ دیکھنے والے نہ ہو اس کے پکنے کی لیکن جب تم کو بلایا جائے تو تب گھروں میں جایا کرو۔ پھر جب کھا چکو تو اپنی جگہ کی طرف جاتے ہوئے منتشر ہو جایا کرو۔ اور باہم گفتگو کے لیے دل لگا کر بیٹھنے والا نہ بنا کرو کیونکہ تمہاری یہ بات پیغمبرؐ کو ایذا پہنچاتی تھی جو تم سے شرماتے تھے (یہ کہنے میں کہ تم لوگ یہاں سے اُٹھ جاؤ، جہاں کہ ازواج مطہرات اور عورتیں بھی موجود تھیں، مگر اللہ نہیں شرماتا ہے حق بات کرنے سے البتہ تم پر لازم کیا جاتا ہے کہ ایسی مجلس سے اُٹھ جاؤ۔) اور جب تم ان سے (یعنی ازواج مطہرات) کوئی چیز مانگنے جاؤ تو تم ان سے وہ چیز پردہ کے پیچھے سے مانگا کرو۔ (نہ یہ کہ بے حجابانہ کوئی مرد کسی عورت کے سامنے ہوکر رو در رو کسی ضرورت کی چیز کو طلب کرے)۔ اے مسلمانو! یہی چیز تمہارے دلوں کے واسطے زیادہ پاکیزگی کی ہے اور ان (ازواج مطہرات کے دلوں کے لیے بھی اور تم کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ تم اللہ کے رسولؐ کو ایذا پہنچاؤ۔

حضرات مفسرین کے نزدیک بالعموم اس آیت کا نام آیت حجاب ہے جس میں حیا وتستر اور پردہ سے متعلق بہت آداب و احکام کا بیان ہے اس آیت کا نزول بھی منجملہ موافقات عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہے صحیحین میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں:

وافقت ربی فی ثلث قلت یا رسول اللہ لو اتخذنا من مقام ابراھیم مصلی فانزل اللہ عزوجل واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی وقلت یا رسول اللہ ان نساءك یدخل علیھن البر والفاجر لو حجبتھن فانزل اللہ تعالیٰ (آیۃ الحجاب الخ)

کہ میں نے اپنے رب کے ساتھ تین (خاص چیزوں میں موافقت کی سعادت حاصل کی (کہ قبل از وحی مرے دل میں بھی وہی خیال اور تمنا پیدا ہوئی جو وحی خداوندی کے بعد شروع و مقرر ہوئی) میں نے عرض کیا تھا۔ یارسول اللہ کاش ہم مقام ابراہیم کو مصلیٰ (نماز پڑھنے کی جگہ) بنا لیں تو اللہ عزوجل نے اسی طرح آیت نازل فرما دی۔

واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ۔ کہ اے مسلمانو! بنالو مقام ابراہیم کو مصلیٰ۔

میں نے عرض کیا تھا یارسول اللہ آپ کی ازواج کے سامنے ہر قسم کا آدمی آجاتا ہے خواہ اچھا ہو یا برا (کیونکہ اس وقت تک پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا) کاش آپ ان کو پردہ کا حکم دے دیں۔ (تو بہت ہی بہتر ہو) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیۃ حجاب نازل فرما دی۔ (حدیث شریف مذکورہ میں تیسرا امر بھی بیان فرمایا گیا ہے۔)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں یہ آیت اس روز صبح کے وقت نازل ہوئی جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے عقد کے بعد ولیمہ کا دن تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینبؓ سے عقد نکاح کے بعد لوگوں کو ولیمہ کی دعوت دی لوگوں نے آکر کھانا کھایا اور پھر اسی جگہ بیٹھے باتوں میں مشغول ہوگئے کچھ دیر بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے اُٹھنے کا قصد فرمایا آپ کے اُٹھنے پر سب لوگ تو اٹھ کر مجلس سے چلے گئے، لیکن تین آدمی وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر اندر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں آپ کو ان لوگوں کے بیٹھے رہنے سے گرانی ہو رہی تھی اور آپ کو یہ فرماتے ہوئے شرم محسوس ہو رہی تھی کہ وہ اُٹھ جائیں۔ انسؓ بیان کرتے ہیں کچھ دیر بعد جب وہ لوگ چلے گئے تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کر دی کہ وہ لوگ جا چکے ہیں۔ اس کے بعد آپ اندر تشریف لائے۔ میں حسب سابق حجرہ میں جانے لگا تو آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت "یا ایھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوت النبی" نازل فرمادی جس میں صاف اور واضح طور پر پردہ کا حکم مقرر کر دیا گیا اور یہاں تک فرما دیا گیا کہ اگر ضرورت کی کوئی چیز طلب بھی

کرنی ہو تو پردہ کے پیچھے سے مانگا کرو اس طرح سے مرد اور عورت کا ایک دوسرے کے روبرو ہونا منع اور حرام کر دیا گیا۔ آیتہ مبارکہ کے کلمات سے جو آداب و احکام مستفاد ہوئے وہ یہ ہیں۔ مکان میں بلا اجازت داخل ہونا جائز نہیں ہے جب تک اجازت نہ دی جائے مکان میں داخل ہونا ممنوع ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ممانعت پردہ ہی کی بنا پر ہے اگر پردہ نہ ہو تو پھر اس ممانعت کا کوئی خاص منشا نہیں رہتا۔

غیر ناظرین انٰہ اور فاذا طعمتم فانتشروا الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اجنبی مردوں کو جب کہ بطور دعوت مکان میں بلا لیا جائے تو ضرورت سے زاید ان کو گھروں میں نہ ٹھہرنا چاہیئے ان ذالکم کان یؤذی النبی واضح طور پر یہ بتا رہا ہے کہ اجنبی مردوں کا عورتوں والے مکان میں زائد دیر رہنا اور اس طرح بے پردگی کی کوئی صورت ہو تو یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے والی ہے ظاہر ہے کہ جب بے پردگی کے قریب بھی کوئی چیز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے والی ہے تو حقیقتاً بے پردگی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر ایذا اور تکلیف ہوگی اور پھر اس سے بڑھ کر جو اور بے حیائی اور بے غیرتی کے مناظر ہیں ان کی ایذا رسانی کا کیا درجہ ہوگا۔ یقیناً وہ باتیں ایسی ہیں کہ آسمان قریب ہے کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور زمین شق ہو جائے اور فلک بوس پہاڑ چور چور ہوکر زمین پر گر پڑیں۔

کیا ہم یہ سوال کر سکتے ہیں کہ کسی بھی مسلمان کی ایمانی غیرت اس بات کو برداشت کر سکتی ہے کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچائے العیاذ باللہ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ کیا ایسے لوگوں نے قرآن کریم کی یہ آیت کبھی نہیں سنی ہے۔؟

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہٗ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعدلھم عذابا مھینا (سورہ احزاب)

بے شک جو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو ان پر لعنت بھیجتا ہے خدا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور ان کے واسطے نہایت ہی ذلیل کرنے والا عذاب اللہ نے تیار کر رکھا ہے۔

ایک اور موقع پر ارشاد ہے:۔

والذین یوذون رسول اللہ لھم عذاب الیم۔ جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں رسول اللہؐ کو ان کے لیے نہایت ہی دردناک عذاب ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانا ایسا شدید جرم ہے کہ اس پر انسان کے تمام اعمال صالحہ اس کی نیکی ضائع اور برباد ہو جاتی ہیں۔ ہر گناہ کے بعد اس بات کی امید کی جا سکتی ہے کہ بارگاہِ رب العزت سے شاید رحمت و عنایت سے اس کو معاف فرما دیا جائے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانا وہ خطرناک جرم ہے کہ انسان کو تباہ و برباد کر کے چھوڑتا ہے۔

نیز اس آیت مبارکہ میں واذا سألتموھن متاعاً کا حکم سے یہ بیان فرما دیا گیا کہ اوّل تو بغیر کسی ضرورت کے اگرچہ پردہ کی رعایت ہی کی جا رہی ہو کسی مرد کا عورت سے بات کرنا بھی شریعت کو پسند نہیں ہے ثانیاً یہ کہ اگر کوئی ضرورت پیش آجائے اور کوئی چیز طلب کرنی ہو تو پردہ کے پیچھے سے طلب کریں اور لفظ فاسئلوھن من وراء حجاب صراحت کے ساتھ پردہ کا حکم عاید کر رہا ہے اس کے بعد ذالکم اطھر لقلوبکم وقلوبھن اس امر کو واضح کر رہا ہے کہ قلوب کی طہارت اور پاکیزگی پردہ ہی پر موقوف ہے پردہ دلوں کی طہارت کا ضامن ہے اور بے پردگی قلوب کی گندگی ہے۔

عورت پہلے تو حجاب و پردہ سے نکلتی ہے پھر وہ آپے سے باہر ہو جاتی ہے حتیٰ کہ پھر مرد کے قبضہ سے بھی نکل جاتی ہے اسلام نے جس نظام معاشرت کی دنیا کو تعلیم دی ہے وہ طہارت و تقویٰ اور عفت و پاکدامنی کا ضامن ہے اس میں اعمال و اخلاق کی خوبیاں مضمر ہیں اسی میں عزت ہے اور عافیت بھی۔

مسلمانوں کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اسلام ہی کی بدولت عزت عطا فرمائی ہے اس کی ایمانی غیرت اور دینی جذبۂ حمیت کو ہرگز گوارا نہ ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اسلامی طرز معاشرت چھوڑ کر غیروں کی وضع قطع طور و طریق اور ان قوموں کا تمدن اختیار کرلے جو خدا کے کلام پاک مغضوب علیھم اور ضالین یعنی

یہود و نصاریٰ جن کے راستے سے پناہ مانگنے کی ہر رکعت میں دعا کی جاتی ہے اور بندہ پروردگار کی بارگاہ میں ہاتھ باندھے یہی عرض کرتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ الخ کہ اے اللہ راستہ دکھا اور چلا تو ہم کو ان لوگوں کا جن پر تونے انعام فرمایا ہے۔ نہ ان لوگوں کا جن پر غضب نازل کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

فاروقِ اعظم کا یہ فرمان ہم کو قلب و دماغ کی گہرائیوں میں رچا لینا چاہیئے نحن قوم اعزنا اللہ بالاسلام کہ بیشک ہم وہ قوم ہیں جس کو اللہ نے اسلام کی بدولت عزت دی ہے انگریز مسلمانوں کا نہایت خطرناک اور مکّار دشمن ہے اس نے ہم سے ناقص الفہم لوگوں کو آزادئ نسواں کا لفظ رٹا کر بے حجابی بے حیائی عریانیت اور بدکاریوں میں مبتلا کر دیا اور طرح طرح کی گندگیاں اسلام کی عفت مآب نظام معاشرت میں پیدا کرنے کے لیے مختلف قسم کے جال پھیلا دیئے جس میں اسلام سے محبت نہ رکھنے والے لوگ بڑی تیزی سے پھنستے جا رہے ہیں اور بھول گئے ہیں کہ وہ یورپ جس نے آزادئ نسواں کے نام پر فریبِ عنوان سے اس لعنت کو اور گندگی کو پھیلایا اس سے ہماری قومی اور ملّی اقتدار کس قدر پامال ہو چکی ہیں اور اسلامی عظمتوں سے دور ہو کر مغربی معاشرت کی گندگیوں میں آلودہ ہو گئے۔

عمر فاروق کا منشا تو یہ تھا کہ عورت کو باہر نکلنے کی کسی بھی حالت میں اجازت نہ ہو۔ حتیٰ کہ وہ اس بات کو بھی پسند نہ کرتے تھے کہ عورتیں مسجدوں میں جاکر نماز ادا کریں۔ لیکن شریعت نے اس قدر تنگی تو نہیں رکھی البتہ پردہ کی رعایت و پابندی کے ساتھ بضرورت باہر جانے کی اجازت دیدی حتیٰ کہ اگر کوئی عورت مسجد میں جائے تو کسی قسم کی زینت ہرگز ہرگز نہ اختیار کرے مشہور محدّث ابنِ خزیمہ نے بروایت موسیٰ بن بسیار بیان کیا کہ ایک عورت ابوہریرہؓ کے سامنے سے گذری اس کا لباس خوشبو سے مہک رہا تھا ابوہریرہؓ نے اُسے تنبیہی لہجہ میں پکارا یا امۃ الجبار تو کدھر جا رہی ہے۔ اس نے کہا اے ابوہریرہؓ میں مسجد جا رہی ہوں۔ فرمایا۔ اچھا اور تونے خوشبو بھی لگا رکھی ہے جا واپس جا اور جاکر غسل کر۔ بہرکیف قرآن و حدیث نے مسئلہ حجاب کو روشن واضح دلائل کے ساتھ بیان فرما دیا ہے جس میں کسی قسم کے شک و تردّد کی گنجائش نہیں۔ ہر مسلمان پر اللہ کے تمام احکام کی اطاعت و پابندی لازم ہے ہمیں چاہیئے کہ اپنی معاشرت و زندگی پوری طرح احکام اسلام کے تابع بنائیں مغربی تمدن ہلاکت اور تباہی کا سامان ہے جس میں دین و دنیا، اخلاق و ایمان کی تباہی و بربادی ہے اللہ کی ناراضگی اور اس کے غضب کو دعوت دینا ہے مسلمان کی ایمانی غیرت و حمیت کو ہرگز یہ گوارا نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ مغربی اقوام کی ناپاک اور ذلیل معاشرت اختیار کریں۔ وہ لوگ جو بے پردگی کو رواج دیتے ہیں ان کا عمل اور ان کے افکار و خیالات، اسلام کے نظریات اور اس کے معاشرتی احکام و فرائض کے ساتھ بغاوت ہے ان کو حق تعالیٰ شانہٗ کی اس وعید اور دھمکی سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔ فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم۔ ایسی ڈرنا چاہیئے ان لوگوں کو جو اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کوئی فتنہ و مصیبت آگھیرے یا ان پر کوئی دردناک عذاب مسلط ہو۔ خداوند کریم تمام مسلمانوں کو احکام اسلامی کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔

عبادت کا مغز

الدعاء مخ العبادة (ترمذی)

دین کا مغز یہ ہے کہ ہر مصیبت میں اللہ کو پکارا جائے۔

جمعیۃ علمائے ہند کی اُردو خدمات

تمام ہندوستان کے مسلمان جانتے ہیں کہ ہندوستان کی عام زبان جو تمام صوبجات ہند میں مشترک ہے۔ وہ صرف اردو زبان ہے اور اسی کو ہندوستانی زبان کہتے ہیں۔ مگر انگریزی حکومت نے تقریباً ساٹھ ستر برس سے اُردو ہندی کا جھگڑا کھڑا کر دیا۔ ہندوستان کے چند صوبجات کی عدالتوں میں انگریزی زبان کے برابر ہندی زبان و حرف کو تسلیم کیا بخلاف اس کے اردو زبان و رسم الخط کو صوبہ بہار کی عدالتوں سے قطعاً خارج کر دیا۔ بہار کا اردو دان طبقہ خاصکر مسلمان ایک عرصہ سے کوشش کر رہے تھے کہ سرکاری عدالتوں میں انگریزی ہندی کی طرح اردو زبان و رسم الخط کی بھی اجازت دی جائے یعنی اردو زبان و رسم الخط کو بھی سرکاری زبان تسلیم کیا جائے۔ مگر آج تک اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ انگریزی حکومت ہندوؤں کی مخالفت اور بعض نامعقول وجہ بتاکر اس جائز مطالبہ کو تسلیم نہیں کرتی تھی۔ لیکن جب اپریل سنہ ۱۹۳۷ء میں صوبہ بہار میں مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کی کولیشن وزارت قائم ہوئی تو اس نے اس صوبہ کی عدالتوں میں اردو کے اجرار کا حکم دے دیا۔ پھر کانگریسی حکومت جب قائم ہوئی تو اس نے بھی اس حکم کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ اس کی مزید وضاحت کر دی تاکہ کسی کو کوئی غلط فہمی باقی نہ رہے اور اردو کو نقصان نہ پہنچے۔

بہار میں یہ قومی معاملہ صرف اسی وجہ سے طے پایا کہ بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کو جمعیۃ العلماء اور امارت شرعیہ کی پوری پوری حمایت حاصل تھی اور ان دونوں اداروں کے ارکان کی مساعیِ اجمیلہ سے یہ مسئلہ حل ہوگیا۔

جمعیۃ علماء ہند کے ارکان کو افسوس ہے کہ مسلم لیگ نے جہاں اس کا اثر تھا اس خدمت کو انجام نہیں دیا اور اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ یہاں تک کہ صوبہ بنگال میں (جس کے وزیر اعظم آج بھی مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے رکن ہیں) آج تک وہاں کی عدالتوں میں اردو زبان رائج نہیں ہے۔ اگر مسلم لیگ کو اُردو سے سچی ہمدردی ہے اور اس کو ایک عام زبان کی حیثیت سے تمام ملک میں رائج کرنا ہے تو اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ لیگی وزیروں سے سب سے پہلے یہ کام لیتی اور بہار، یوپی، پنجاب کی طرح بنگال و سندھ وغیرہ کی عدالتوں میں بھی اس کو رائج کرا دیتی۔ مگر مسلم لیگ کے کسی رکن کو اس اہم خدمت کی طرف توجہ ہوئی اور نہ آج تک کوئی خیال ہے بلکہ بدقسمتی یہ ہے کہ لیگ کے پلیٹ فارم سے جو تجویزیں پاس ہوئیں ان میں اردو زبان کا گلا گھونٹا گیا اور تمام ہندوستان میں اردو زبان کے مطالبہ کی بجائے صرف ان صوبوں میں مطالبہ کیا گیا جہاں کہ یونیورسٹیوں میں وسیلہ تعلیم اُردو ہو۔ چنانچہ لکھنو کے اجلاس خصوصی منعقدہ ۱۵ نومبر ۱۹۱۷ء میں مطالبہ کیا گیا کہ جن صوبوں میں وسیلہ تعلیم اُردو ہو وہاں دفتری زبان اور رسم الخط اردو رہے۔ (تاریخ مسلم لیگ مرتبہ مرزا اختر حسین بی اے ص ۱۴۷) پھر اجلاس دہم منعقدہ ۳۰ دسمبر ۱۹۱۷ء میں سر محمد یعقوب کی تحریک اور اسمٰعیل شیرازی صاحب کی تائید سے مندرجہ ذیل تجویز منظور ہوئی

جن صوبجات کی عدالتوں میں اور سرکاری دفاتر میں اردو زبان اور فارسی رسم الخط مروّج ہے وہاں اسے جاری رکھا جائے اور ان صوبجات میں ابتدائی تعلیم کا ذریعہ اُردو ہی رہے۔ (تاریخ مسلم لیگ مصنفہ مرزا اختر حسن ص ۱۶۷) (جمعیۃ علماء ہند کیا ہے از حضرت مولانا محمد میاں مرحوم ص ۳۸۔۳۹)

ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵
خدام الدین لاہور
رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۲
منظور شدہ محکمہ تعلیم
فیروز سنز لمیٹڈ کے سربراہ جناب عبدالحمید خاںؒ
کے قلم سے
امام الاولیاء
حضرت لاہوریؒ کی حیات طیبہ پر ایک مکمل تالیف
مردِ مومن
کا مطالعہ کیجیے
قیمت تیرہ روپے پچاس پیسے، ڈاک خرچ دو روپے فی نسخہ
براہ راست طلب فرمائیے!
تالیفات و اشاعت انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور